مسئلہ فدک کتبِ شیعہ کی روشنی میں

اس رسالہ میں مسئلہ فدک پر شیعوں کے مکمل اعتراضات کے جوابات انکی ہی کتب معتبرہ سے نقل کیے ہیں۔

مُرتّب

ملک محمد حاطب

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَہٗ۔ اَمَّابَعد:

فَأَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

"وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ كَمَاۤ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ-اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَ لٰكِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ"(۱۳)اَلْبَقَرَة:

ترجمہ کنز الایمان: "اور جب ان سے کہا جائے ایمان لاؤجیسے اور لوگ ایمان لائے ہیں تو کہیں کیا ہم احمقوں کی طرح ایما ن لے آئیں سنتا ہے! وہی احمق ہیں مگر جانتے نہیں".

اس آیت کی تفسیر میں مفتی قاسم صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ اپنی تفسر صراط الجنان میں فرماتے ہیں کہ (كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ: جیسے اور لوگ ایمان لائے) یہاں {اَلنَّاس} سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور انکے بعد انکی کامل اتباع کرنے والے ہیں۔

اس آیت مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا تاجدار رسالت ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ تعالی کی بارگاہ کے ایسے مقبول بندے ہیں کہ انکی گستاخی کرنے والوں کو اللہ نے خود جواب دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

{0حَدَّثَنَا254 يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ - قَالَ يَحْيَى: أَخْبَرَنَا، وَقَالَ الْآخَرَانِ: حَدَّثَنَا - أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا» تَسُبُّوا أَصْحَابِي، لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا، مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ، وَلَا نَصِيفَهُ»{صحیح مسلم ج4ص1967}

ترجمہ: سیدنا ابو هریره رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ کو گالی نہ دو (انکا مقام یہ ہے کہ) اگر تم احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرو تو اسکا ثواب میرے کسی صحابی کے ایک مد بلکہ آدھا مد بھی خرچ کرنے کے برابر نہیں ہو سکتا۔

کنزالعمال میں عویم بن ساعدہ سے روایت ہے:

{"إن32466 الله اختارني واختار لي أصحابا فجعل لي منهم وزراء وأصهار وأنصارا، فمن سبهم فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين، لا يقبل الله منه يوم القيامة صرفا ولا عدلا". طب، ك - عن عويم بن ساعدة".{كنزالعمال ج11ص ح529}

ترجمہ: "کریم آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ نے مجھے چنا اور میرے لیے میرے اصحاب کو چنا اور انہی میں سے میرے وزیر اور سسرال بنائے، تو جس نے ان کو انکو برا بھلا کہا تو اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت، اور تمام لوگوں کی لعنت، اور اسکا کوئی عمل بھی اللہ کی بارگاہ میں مقبول نہ ہو گا."

اس حدیث میں ان لوگوں کیلئے عبرت ہے جو صحابہ کرام پر طعن و تشنیع کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں۔ اور وہ بھی مختلف تاریخی اور موضوع روایات کا سہارا لے کر۔ اور اِن موضوع اور من گھڑت تاریخی روایات کی کوئی اصل بھی موجود نہیں۔ ان من گھڑت واقعات میں سب سے زیادہ جس مسئلہ کو بنیاد بنا کر صحابہ پر اپنی گندی زبانیں کھولی جاتی ہیں وہ ہے "مسئلہ فدک" یہ وہ مسئلہ ہے جو صدیوں سے روافض اور باقی ساری امت کی مابین اختلافات میں ایک اختلاف کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اختلاف میں امت کے تمام فرقوں میں روافض بالکل الگ اور باقی ساری امت ایک طرف ہے۔اور اس مسئلہ کو بنیاد بنا کر صحابہ کرام اور حضور اکرم ﷺ کے سسر سیدنا ابو بکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما پر معاذ اللہ غلیظ زبانوں سے بکواسات کی جاتیں ہیں جنکو نقل کرنا میرے بس کی بات نہیں اور نہ ہی ایمان اجازت دیتا ہے۔ حالانکہ ان جہلاء کو یہ بھی معلوم نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر زبان درازی کرنے والوں کے بارے میں میرے کریم آقا ﷺ پہلے ہی فرما چکے تھے کہ یہ قوم آئے گی اور اپنی امت کو فرما دیا کہ تم نے ایسے لوگوں کے ساتھ کیسا رویہ اپنانا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔:

{32468}- "إن الله اختارني واختار لي أصحابي وأصهاري، وسيأتي قوم يسبونهم وينتقصونهم فلا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تؤاكلوهم ولا تناكحوهم. "عق- عن أنس". {كنزالعمال ج11ص ح}529

ترجمہ: " رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ نے مجھے چنا اور میرے لیے میرے صحابہ کو چنا اور میرے لیے میرے سسرال چنے، لیکن ایک قوم آئے گی جو ان میرے صحابہ اور سسرالیوں کو برا بھلا کہے گی، تم انکے ساتھ نہ بیٹھنا، نہ انکے ساتھ پینا، نہ انکے ساتھ کھانا، اور نہ انکے ساتھ نکاح کرنا"۔

یہ تھا وہ پیغام جو نبی مکرم ﷺ نے اپنے امت کیلئے چھوڑا کہ ایک قوم آئے اور ایک روایت میں تو {یسمون الرافضہ} کے الفاظ بھی موجود ہیں کہ انکو رافضی کہا جائے گا۔ اب اس کریم نبی کا فرمان اس امت کیلئے مشعل راہ ہے اگر یہ امت انکے ارشادات کو سینے سے لگا کر عمل کرتی ہے تو یہ اسکی خوش بختی ہے، اور اگر عارضی دنیا کیلئے اور چند دن کی یاری و رشتہ داری وہ بھی ممکنہ وقتی غرض و مطلب کی' کیلئے اپنے کریم نبی ﷺ کے فرمان کو پس پشت ڈال دے تو اس سے بڑا بد بخت کون ہو گا اور اپنے ایمان و اسلام کا دشمن قرار پائے گا۔

بہرحال برادران اسلام! اختصار کے ساتھ مسئلہ فدک کو لے روافض سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جو کہ دونوں ہستیاں نبی پاک ﷺ کے سسر ہیں ان پر اپنی غلیظ زبانیں دراز کرتے اور معاذ اللہ ثم معاذ اللہ " نقل کفر کفر نباشد" منافق و کافر تک بکنے سے گریز نہیں کیا جاتا۔ ہم نے اپنی اس کتاب میں مسئلہ فدک کے حوالے سے روافض کے تقریباً تمام اعتراضات کے جوابات روافض کی کتب سے ہی نقل کیے ہیں بحمد اللہ تعالی و فضلہ۔

کیونکہ ہم نے جس ماحول اور معاشرے میں ہم نے آنکھ کھولی ہے اس میں ہر طرف فتنے بپا ہیں۔ اور خدا عزوجل و رسول ﷺ کے فضل و عنایت کے بغیر صراط مستقیم کی نشاندہی نا ممکن ہے،۔ ہمارے گاوں گفانوالہ میں ان بد بخت روافض کی عددی کثرت تو نہیں ہے لیکن ہمارے آئمہ مساجد اور خطباء کی کمزوری کی وجہ سے عوام اہلسنت تک حق پہنچنا تقریبا نا ممکن ہو چکا ہے۔ کیونکہ نہ تو انہوں نے کبھی ایسے موضوع پر بات کی اور نہ ہی خود تحقیق کی کہ اگر کوئی روافض کے اعتراضات کے بوجھ تلے دبا ہوا آئے اور اسکے سوالات کا جواب دے کر اس کے دل و ایمان کو تسلی دی جا سکے۔ لیکن دوسری طرف سے روافض نے اپنے ہر اجتماع میں اس مسئلے کو عوام میں اچھال اچھال کر عوام الناس کے قلوب و اذھان کو متزلزل کر رکھا ہے اور کئی بے چارے سادہ لوح سنی اس بلے گلے کی بھینٹ چڑھ گئے۔ اور ایک اچھی خاصی سنیوں کی تعداد مسئلہ فدک کو لے کر صحابہ پر زبان درازی کر کے اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اب میں انکے مقدر کو روؤں یا اپنے خطیبوں جو مسندوں پر براجمان ہیں انکی ایمانی غیرت کے مر جانے کا ماتم کروں۔ خیر اللہ کی پناہ۔۔ اسی وجہ سے میں نے ضرورت محسوس کی کہ مسئلہ فدک پر علماء اہلسنت کی مختلف تحقیقات کو جمع کر کے تقریبا تقریبا اپنی حیثیت کے مطابق تمام اعتراضات اور انکے جوابات کو جمع کر کے ایک رسالہ کی شکل دی جائے۔ جو آسان فہم ہو اور اس میں روافض کے اعتراضات کا جواب انہی کی کتب سے نقل کیے جائیں۔مزید اس کتاب میں میں نے تمام حوالہ جات خود چیک کر کے لکھے ہیں اور ساتھ عربی عبارات کا بھی التزام کیا ہے۔

ان شاء اللہ مجھے اللہ کے فضل و کرم اور نبی ﷺ کی نظرو عنایت سے یہ یقین ہے کہ جو منصف مزاج اور تعصب سے بری شخص یہ رسالہ پڑھے گا وہ مسئلہ فدک کی حقیقت کو سمجھ لے گا اور کبھی اپنے نبی پاک ﷺ کے اصحاب پر زبان درازی نہ کرے گا۔ ہم نے اس کتاب کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا ہے جس کو ہم مختصرا بیان کیے دیتے ہیں تاکہ قاری کیلئے مطالعہ آسان ہو جائے۔

پہلے حصے میں فدک کی حدود اور اسکے بارے میں شیعہ روایات پر تنقیدی جائزہ لیا گیا

دوسرے حصے میں مال فئے و انفال کی تعریف اور اسکے احکام قرآن اور آئمہ اہلبیت کے اقوال کی روشنی میں بیان کیے گے اور یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ فدک بھی مال فی ہے۔

تیسرے حصے انبیاء کی مالی وراثت نہ ہونے پر شیعہ کتب سے دلائل پیش کئے ئے اور اس موضوع پر شیعہ کی طرف سے پیش کیے جانے والے دلائل کا رد کیا گیا۔

چوتھے حصے میں روافض کے دعوی ہبہ کا بطلان ثابت کیا گیا اور انکی طرف پیش کردہ روایت کی فنی حیثیت کا واضح کیا گیا۔

پانچویں حصے میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ناراضگی کی تحقیق پیش کی گئ اور شیعہ کتب سے یہ ثابت کیا گیا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے راضی تھیں۔

چھٹے حصے میں یہ ثابت کیا گی سیدہ کسی جائز فعل کی وجہ سے بتقاضائے بشریت ناراض ہو بھی جائیں تو استحقاق خلافت میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور یہ بھی کتب شیعہ سے ثابت کیا گیا کہ کئی بار سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا مولا علی رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوئیں۔

س۔

ساتویں حصے میں فدک کے متعلق فیصلہ صدیقی کی حمایت میں اقوال آئمہ اہلبیت کتب شیعہ سے نقل کیے گئے۔
اور آٹھویں حصے میں کتب شیعہ سے یہ ثابت کیا گیا کہ مذہب شیعہ میں عورت زمین و جائیداد کی وارث نہیں بن سکتی۔
تمام احباب سے گزارش ہے کہ اس کتاب کا اول تا آخر بغور مطالعہ فرمائیں اور اسکے حقائق کو عوام الناس میں اجاگر کرنے میں ہماری مدد فرمائیں تاکہ ان روافض جو کہ یہود کی پیداوار ہیں سے اپنے بھولے بھالے سنی بھائی، بہنوں اور بزرگوں کے ایمان محفوظ رکھے جا سکیں۔
اللہ ہماری اس حقیر سی کاوش کو اپنی بارگاہ میں اپنے محبوب کریم ﷺ کے توسل سے شرف قبولیت عطا فرمائے آمین بجاہ النبی الامین۔ﷺ

محمد حاطب

فہرست مضامین

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ
1	فدک کیا ہے۔	1
2	فدک کی حدود پر شیعہ کی روایات کا تنقیدی جائزہ۔	2
3	مال فیٔ و انفال کی تعریف اور اسکا حکم قرآن اور آئمہ اہل بیت کے اقوال کی روشنی میں۔	5
4	فدک مال فیٔ تھا۔	10
5	وضاحت۔	10
6	میراث انبیاء کا حکم کتب شیعہ سے۔	18
7	اعتراض نمبر1۔	21
8	اعتراض نمبر2۔	23
9	اعتراض نمبر3۔	26
10	فدک کے دعوی ہبہ کا قرآن مجید کی روشنی میں جائزہ۔	29
11	فدک کو ہبہ کرنے کے دعوی کا میراث کے دعوے سے بطلان۔	32
12	کیا زمانہ جہاد اور تنگی و عسرت کے دور میں سیدہ کو فدک کی جاگیر کا ہبہ کرنا متصور تھا۔	32
13	آخر دور رسالت تک مسلمانوں کی تنگی و عسرت پر کتب شیعہ سے شواہد۔	35
14	سیدہ فاطمہ کا غزوہ تبوک میں کوئی صدقہ نہ دینا فدک کو ہبہ کرنے کے خلاف ہے۔	36
15	اہلسنت کی کتابوں سے سیدہ فاطمہ کو فدک کے ہبہ کرنے پر علماء شیعہ کا استدلال۔	39
16	علماء شیعہ کے استدلال کا جواب شاہ عبد العزیز سے۔	39

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ
17	فدک کو ہبہ کیے جانے کے بارے میں پیش کردہ روایت کی فنی حیثیت۔	40
18	عباد بن یعقوب	41
19	ابو یحیٰی تمیمی۔	43
20	فضیل بن مرزوق۔	44
21	عطیہ۔	45
22	ابو سعید۔	46
23	باغ فدک سے محرومی پر سیدہ کی خلیفہ وقت سے ناراضگی کی تحقیق۔	50
24	{غضبت فاطمۃ} والی روایت بالمعنی ہے اسکے دلائل۔	53
25	روایت ابو طفیل رضی اللہ عنہ۔	53
26	روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔	54
27	روایت صالح عن زھری۔	55
28	روایت شعیب عن زھری۔	56
29	روایت خالد عن زھری۔	57
30	فوائد احادیث مذکورہ۔	59
31	ایک غلط فہمی کا ازالہ۔	60
32	سیدہ خاتون جنت صدیق اکبر سے راضی تھیں۔	61
33	روایات ازکتب اہلسنت۔	62
34	روایات از کتب شیعہ۔	64
35	کیا بنت رسول کی ناراضگی استحقاق خلافت پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔؟۔	67
36	حضرت علی نے ایک باغ صدقہ کیا تو سیدہ ان سے ناراض ہو گئیں۔	68
	سیدنا علی سے عقد ہو جانے کے بعد سیدہ غم و غصہ سے رو پڑیں بوجہ انکے فقیر ہونے کے۔	70

فہرست مضامین

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ
37	مولا علی کے ایک جائز فعل پر سیدہ ان سے ناراض ہو کر میکے چلی گئیں۔	71
38	فدک کے بارے میں آئمہ اہلبیت کا فیصلہ	72
39	مذھب شیعہ کے مطابق عورت زمین و جائیداد کی وارث نہیں بن سکتی۔	74

فدک کیا ہے:

ابن منظور افریقی الانصاری (المتوفی 11ھ)اپنی کتاب "لسان العرب" کے {ج10 ص473 شاملہ} پر لکھتے ہیں کہ:

"فَدَكَ قَرْيَةٌ بِخَيْبَرَ، وَقِيلَ بِناحِيَةِ الْحِجازِ فِيها عَيْنٌ وَنَخْلٌ أَفاءَها اللهُ عَلَى نَبِيِّهِ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

ترجمہ: " فدک خیبر کا ایک گاوں ہےجو حجاز میں واقع ہے اس میں چشمے اور کھجوریں ہیں۔ جو اللہ نے فئے کے طور پر اپنے نبی ﷺ کو عطا فرمایا."

محمد بن احمد بن الازھری الھروی (المتوفی 70ھ) اپنی کتاب "معجم البلدان" میں لکھتے ہیں کہ:

" فَدَكُ: قريةٌ بِناحِيَةِ الْحجاز ذَات عين فوَّارة ونخيل كَثِيرَة، أفاءَها الله جلّ وَعز على رَسُوله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم"

ترجمہ: "فدک حجاز میں ایک گاوں ہے جس میں کھجور کے باغات کثرت سے ہیں۔ جو اللہ عزوجل نے رسول اللہ ﷺ کو بطور فئے عطا کیا"

یعنی اہل لغت اور جغرافیہ دان اس بات پر متفق ہیں کہ فدک ایک گاؤں تھا جس میں یہودی آباد تھے۔اب ہم اہلتشیع (روافض) کی کتب سے چند حوالہ جات پیش کرتے ہیں کہ انکے ہاں فدک کی کیا حقیقت ہے۔

شیعہ مجتہد ملا باقر مجلسی اپنی کتاب " حیات القلوب{ج4ص} 1131 "میں فدک کے حوالے سے لکھتا ہے کہ:

"من روزی در خانہ فاطمہ نشتہ بودم کہ جبرئیل نازل شد و گفت: یا محمد! بر خیز خدا امر کردہ است کہ ملک فدک را برای تو خط بکشم بہ بال خود، پس حضرت برخاست ورفت بعد از اندک زمانی برگشت: فاطمہ پرسید: بہ کجا رفتی ای پدر؟ فرمود : جرئیل یرای من بہ بال خود مملک فدک راخط کشید و حدودش رابہ من نمود و مرا امر کرد کہ تسلیم تو نمایم، پس حضرت فدک را بہ او تسلیم کرد"

ترجمہ: "میں ایک روز فاطمہ کے گھر بیٹھا تھا کہ جبریل آئے اور کہا کہ اے محمد ﷺ اٹھیے مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ ملک فَدک کی حدود کی نشاندہی کر دوں پس حضور ﷺ اٹھ کر چلے گئے اور تھوڑی دیر بعد لوٹے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا

ابّا جان آپؐ کہاں کے تھے؟۔ فرمایا: کہ جبریل نے فدّک کی سلطنت کی حدود بتانے کیلئے اپنے پروں سے ایک خط کھینچا اور مجھے حکم دیا کہ یہ سلطنت تیرے حوالے کردوں۔ چنانچہ حضورﷺ نے فدک کی سلطنت ان کو دے دی۔"

اس شیعہ کی کتاب کے حوالے سے معلوم ہوا کہ فدک ایک سلطنت یعنی ملک تھا۔

شیعہ مجتہد مُلا باقر مجلسی اسی کتاب اور اسی جلد کے {ص} 1129 پر ایک اور روایت اسی حوالے سے لکھتا ہے کہ:

"ابن شهر آشوب روایت کرده است: حضرت رسول چوں متوجه فتہ قلعه های فدک شد ایشاں به قلعه ای از اقلعه های حصین خود متحصن شدند، آن جناب ایشاں را طلبید و فرمود: چه خواهید کرد اگر شمارا در ایں قلعه بگذارم و جمیع قلع شمارا بگشایم ومواں شمارا متصرف شوم؟ گفتند: مادر آن قلعه ها حفظان درایم وکلید های آنها نزد ماست: حضرت فرمود: بلکه کلید های آنها را خدا به من داده است ودر دست من است و کلیدها را در آورد و به ایشاں نمود۔"

ترجمہ: ابن شہر اشوب نے روایت کی ہے کہ حضورﷺ نے جب فدک کے قلعوں کا محاصرہ کیا تو وہ لوگ اپنے مضبوط قلعوں میں قلعہ بند ہو کے حضورﷺ نے انہیں طلب کیا اور فرمایا کہ اگر تمھیں اس قلعہ میں بند رکھوں اور تمام قلعوں اور اموال پر قبضہ کر لوں انہوں نے کہا کہ ہم نے ان قلعوں میں محافظ رکھے ہوئے ہیں اور انکی چابیاں ہمارے پاس ہیں۔ حضورﷺ نے فرمایا کہ انکی چابیاں تو میرے پاس ہیں پھر حضورﷺ نے وہ چابیاں انہیں دکھائیں۔"

یہ روایت پہلی روایت کی تائید کرتی ہے کہ فدک ایک سلطنت تھی جس میں عظیم الشان قلعے تھے۔ یعنی کوئی بہت بڑا ملک یا سلطنت تھی۔

فدک کی حدود پر شیعہ کی روایات کا تنقیدی جائزہ:

یہاں تک آپ نے سمجھ لیا کہ شیعہ مجتہد ملا باقر مجلسی نے مورخین اور جغرافیہ دانوں کے مقابلے میں فدک کو ایک سلطنت قرار دیا اب ہم شیعہ کی سب سے معتبر کتاب (الاصول من الکافی/کتاب الحجہ/باب الفئ والانفال) کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔ جس میں یعقوب کلینی نے فدک کی حدود اربعہ امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ روایت طویل ہے طوالت کے خوف سے اس میں سے متعلقہ

عبارت نقل کرتے ہیں۔

"لَمَّا وَرَدَ أَبُو الْحَسَنِ مُوسَى عَلَى الْمَهْدِيِّ رَآهُ يَرُدُّ الْمَظَالِمَ فَقَالَ: يَا أَمِيرَالْمُؤْمِنِيْنَ: مَابَالُ مَظْلِمَتِنَا لَا تُرَدُّ؟ فَقَالَ لَهُ: وَمَا ذَاكَ يَا أَبَا الْحَسَنِ؟ قَالَ: إِنَّ اللہ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَمَّا فَتَحَ عَلَى نَبِيِّهِ ﷺ فَدَكاً وَمَا وَالَا هَالَمْ يُوْجَفُ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فَقَالَ لَهُ الْمَهْدِيُّ: يَا أَبَاالْحَسَنِ حُدَّهَا لِي، فَقَالَ: حَدٌّ مِنْهَا جَبَلُ أُحُدٍ، وَحَدٌّ مِنْهَا عَرِيْشُ مِصْرَ، وَحَدٌّ مِنْهَا سِيْفُ الْبَحْرِ، وَحَدٌّ مِنْهَا دُوْمَةُ الْجَنْدَلِ"

ترجمہ:"جب ابو الحسن موسی خلیفہ مہدی کے پاس یہ سنکر گئے کہ وہ مظالم لوٹا رہا ہے تو کہا امیر المومنین کیا وجہ ہے کہ ہمارے مظالم نہیں لوٹائے گئے۔ پوچھا کون سے؟ کہا کہ اللہ تعالی نے جب نبی کریم ﷺ کے ہاتھوں فدک فتح کرایا تھا تو اس پر کوئی چڑھائی نہیں کی تھی۔

مہدی نے کہا ابو الحسن! فدک کی حدود بیان کیجئے۔ جواب دیا اسکا ایک سرا جبل احد ہے، دوسرا عریش مصر ہے، تیسری طرف سمندر کا کنارہ ہے اور چوتھی جانب دومتہ الجندل ہے"

اب اس شیعہ روایت میں مذکورہ بالا فدک کی سلطنت کی حدود اربعہ واضح کی گئیں۔ جسکی ایک طرف جبل احد جو مدینہ منورہ سے تقریباً تین میل جانب شمال میں ہیں۔ دوسری طرف عریش مصر ہے۔ جو شام کی طرف سے مصر جانے والے راستے پر واقع ہے۔ بحیرۂ روم کے ساحل پر مصر کی سرحد ہے۔ تیسری طرف کنارۂ بحر جس سے مراد اکثر طور پر " بحرعمان" کا کنارہ ہوتا ہے۔ واقع ہے۔ اور چوتھی طرف دومۃ الجندل جو دمشق کی جنوب کی طرف پانچ دن کی مسافت پر واقع ہے اور مدینہ منورہ سے تقریباً پندرہ، سولہ دن کی راہ بنتی ہے۔

میرا شیعہ سے سوال کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسلامی سلطنت تو حجاز کے ایک چھوٹے سے رقبے تک محدود تھی۔ تو یہ اتنی بڑی سلطنت کا مطالبہ خلیفہ اول سے کرنا کون سی عقل مندی ہے۔ یہ ایسے ہی ہے کہ جیسے کوئی آج اٹھ کر پاکستان کے وزیر اعظم کو کہے کہ مجھے افغانستان اور ایران کا رقبہ دے دو تو آپ خود اسکی عقل اور سمجھداری کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ جو شئی کسی کے قدرت میں ہے ہی نہیں وہ کسی کو اسکا مالک کیسے بنا سکتا ہے۔ شیعوں کو میرا چیلنج ہے کہ پہلے سیدنا

ابو بکر رضیٰ اللہ عنہ کی سلطنت اتنی وسیع ثابت کرو پھر پھر افسانہ غصب فدک کا شور جتنا چاہو مچاؤ۔

اس بات سے واضح ہو گیا کہ یہ فدک کا افسانہ صرف بغض صحابہ کی وجہ سے گھڑا گیا کہ اس کو وجہ بنا کر صحابہ پر بھونکا جائے اور لوگوں کو ایمان و اسلام سے دور گمراہی کے اندھیروں میں پھینک کر شیطان کیلئے کام آسان بنایا جائے۔

برادران اسلام! یہاں تک ہم نے جو شیعہ روایات آپکے سامنے رکھیں ان سے یہ واضح ہوا کہ فدک کوئی بہت بڑی سلطنت تھی جس میں بہت سے قلعے اور شہر تھے۔ رقبہ بھی بہت وسیع تھا۔

لیکن جب ہم نے شیعہ کی دوسری کتب دیکھیں تو ان میں روافض کے ملاؤں نے کچھ اور ہی لکھا تھا میں روافض کے ہاں فدک کی حدود میں اس قدر تضاد دیکھ کر حیران ہو گیا۔ چند حوالہ جات آپکی خدمت میں پیش کرتے ہیں

عصر حاضر کے ایک شیعہ مجتہد مولوی مظہر حسین موسوی اپنی کتاب "" تہذیب المتین" کے ص377 پر فدک کے حوالے سے لکھتا ہے کہ: "" فدک: بفتح حرف اول و ثانی ایک قریہ کا نام ہے۔ جو مدینہ سے دو منزل اور خیبر سے ایک منزل کی مسافت پر ہے""

اسی طرح شیعہ مجتہد قاضی نور اللہ شوستری اپنی کتاب "مجالس المؤمنین"(ج1ص)113 پر فدک حوالے سے لکھتا ہے کہ:

"قال صاحب معجم البلدان: فدك قرية بالحجاز، بينها و بين المدينة يومان، وقيل: ثلاثة أفاءها الله على رسوله فى سنة سبع صلحا، بموجب دين الله خلصت للنبى كلها و يوجد فيها عين ماء جارية وينبت فيها شجر النخل بكثرة"

ترجمہ: "صاحب معجم البلدان نے کہا: فدک حجاز میں ایک گاؤں ہے۔ اس کے اور مدینہ کے مابین دو دن اور بعض نے کہا تین دن کی مسافت ہے۔ اللہ نے فدک فئے کے طور پر 7ہجری میں اپنے رسول ﷺ کو صلح کے ذریعے عطا فرمایا: اور یہ خالصتا نبی ﷺ کیلئے تھا اس میں ایک بہتا ہوا چشمہ اور کھجوروں کے درخت کثرت سے تھے۔"

جب آپ نے ان تمام روایات کے ذریعے اسکی متضاد حد بندی ملاحظہ فرما لی تو میں اس

کے بعد شیعہ حضرات سے یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہوں۔ کہ "فدک" کی حد بندی جو امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی جو "اصول کافی" کی روایت میں ہے۔ وہ درست سمجھتے ہو؟ یا وہ حدود اربعہ جو نور اللہ شوستری یا سید مظہر حسین نے بیان کیں۔ وہ قابل اعتبار ہیں۔:

اگر نوراللہ شوستری اور مظہر حسین کی بیان کردہ حدود فدک تمہارے ہاں درست تسلیم کی جاتی ہیں تو انہیں صحیح ماننے سے یہ لازم آیا کہ امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ "حدود فدک" انکی طرف محض منسوب کی گئ ہیں۔ خود انکی بیان کردہ نہیں۔ اور ایک من گھڑت اور بے سروپا روایت کو امام موصوف کی طرف نسبت کر کے دراصل اس روایت کو صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی ذات پر کیچڑ اچھالنے کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ تاکہ مگرمچھ کی طرح آنسو بہا کر جاہل لوگوں میں یہ تاثر دیا جا سکے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی "فدک" کی اتنی بڑی جائیداد تھی جس کو اس وقت کے خلیفہ نے زبردستی یا کسی بہانہ سے ان سے چھین لیا تھا۔

تاکہ سیدہ اپنی زندگی بے کسی اور بے بسی میں بسر کریں اور یہ غاصب لوگ ان کی بے بسی پر خوش و خرم ہوں۔ معاذ اللہ۔۔

اور اگر اس کے برعکس امام موسی کاظم کی روایت کے مطابق فدک کی حدود کو تسلیم کیا جائے تو یہ بھی بہتان کے علاوہ کچھ بھی نہیں کیونکہ اتنا وسیع رقبہ پر خود سیدنا صدیق اکبر کے پاس سلطنت تھی ہی نہیں۔ اور جو رقبہ انکے زیر تصرف ہی نہ تھا وہ کسی کو اسکا مالک کیسے بنا سکتے تھے۔ صرف اور صرف یہ بغض صحابہ کی وجہ سے روایات گھڑی گئیں تاکہ صحابہ پر طعن و تشنیع کا دروازہ کھولا جا سکے۔ اللہ تبارک وتعالی اس بیہودہ سازش سے مسلمانوں کو محفوظ فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

مال فئ و انفال کی تعریف اور اسکا حکم قرآن و آئمہ اہلبیت کے اقوال کی روشنی میں:

باغ فدک کے بارے میں ہم نے جو روایات کتب شیعہ سے پیش کی ہیں ان میں اگرچہ بہت رطب و یابس سے کام لیا ہے اور دروغ گوئی تک سے باز نہیں آئے ان تمام باتوں کے باوجود ان روایات میں ایک بات سب نے تسلیم کی وہ یہ ہے کہ باغ فدک وہ مال ہے جو بغیر جنگ و جدال بطور مصالحت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ آیا۔ اور جو

مال اس طریقہ سے مسلمانوں کے ہاتھ آئے اسے "مال فئے" کہتے ہیں۔
سورۃ حشر میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔
"وَما أَفاءَ اللَّهُ عَلى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَما أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلا رِكابٍ وَلكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلى مَنْ يَشاءُ وَاللَّهُ عَلى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ٦)"(
ترجمہ: اور جو مال حق تعالی نے اپنے رسولﷺ کو ان لوگوں سے بغیر لڑے عطا کیا ہے تو اس پر تم نے نہ گھوڑے دوڑائے ہیں نہ اونٹ لیکن اللہ اپنے رسول ﷺ کو جس جس پر چاہتا ہے ، مسلط فرما دیتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔(ترجمہ مقبول شیعی)۔
اس آیت کریمہ میں "مال فئے" کی خود اللہ تعالی نے وضاحت فرما دی۔ یعنی جو مال جنگ و جدل کے بغیر حاصل ہو۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ فدک روایت شیعہ کے مطابق اور تعریف قرآن کے مطابق " مال فئے" ہے تو اس قسم کے مال کا حکم کیا ہے: یعنی وہ کس کی ملکیت ہوتا ہے؛ اور اسکا مصرف کیا ہوتا ہے؟ ان چند باتوں کے جواب سے زیر نظر مسئلہ کی مزید وضاحت ہو گی ہم اس سلسلہ میں سب سے پہلے قرآن پھر کتب شیعہ سے ہی اسکا حکم ذکر کرتے ہیں۔
سب سے پہلے ہم قرآن سے دیکھیں گے کہ مال فئے کے مصارف کیا ہیں۔ سورۃ حشر میں اللہ کریم نے ارشاد فرمایا:اَلحَشر: 59 آیت نمبر:7
"مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِۙ- كَیْ لَا یَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْكُمْؕ-وَ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُۗ-وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْاۚ-وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ-اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ(٧)"
ترجمہ: "جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے وہ اللہ اور رسول کی ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے کہ تمہارے اغنیاء کا مال نہ ہوجائے اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے"
اس ایت کریمہ میں مال فی کے مصارف جو اللہ تعالی نے بیان فرمائے وہ اللہ و رسول، ذوالقربی، یتیموں، اور مسکینوں، اور مسافروں کا حق بتایا گیا۔ اب میرا ان جاھل شیعوں سے سوال ہے کہ فدک بھی مال فئے تھا جس پر ذوالقربی،یتیموں، مسکینوں اور مسافروں

کا حق تھا تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ سارا حضورﷺ ان کا حق مار کر اپنی بیٹی کو دے دیتے۔ یہ تو نبی کریمﷺ پر سراسر بہتان اور توہین رسالتﷺ بنتی ہے۔ اور یہ بھی توہین و گستاخی بنتی ہے کہ حضورﷺ نے اللہ کا حکم نہیں مانا اللہ نے جو فئے کے مصارف قرآن میں بیان کئے نبی کریمﷺ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کو نظر انداز کر کے سارا فدک اپنی بیٹی کو دے دیا۔ معاذ اللہ۔ثم معاذ اللہ۔ان باتوں سے واضح ہو گیا کہ شیعہ فدک کے غصب کا الزام صحابہ پر بلا واسطہ لگاتے اور اور حضورﷺ پر بالواسطہ غصب فدک کا الزام لگاتے ہیں۔ کہ حضور نے یتیموں مسکینوں اور مسافروں کا حق اپنی بیٹی کو دے دیا معاذ اللہ۔

یہ ہے انکی جہالت کہ یہ کہانیاں گھڑتے وقت انہوں نے اس بات کا خیال بھی نہ کیا کہ یہ بات کہاں تک پہنچے گی۔ اب میرا تمام احباب سے سوال ہے کہ کیا یہ حب اہلبیت کی آڑ میں توہین رسالتﷺ نہیں اور یقینا تمام محبین اسلام کا یہی جواب ہو گا کہ ہاں یہ توہین رسالتﷺ ہے۔ معاذ اللہ ۔

مزید اس موضوع پر لکھنے کی ضرورت تو نہیں لیکن اتمام حجت کیلئے ہم چند حوالہ جات کتب شیعہ سے پیش کر کے اس بحث کو مکمل کرتے ہیں۔

شیعہ مولوی مقبول دہلوی کے ضمیمہ کے(ص)154 پر لکھا ہے کہ: "وہ زمین جس سے اسکے رہنے والے بغیر لڑائی کے نکل جائیں اسکو فقہاء کی اصطلاح میں "فئے" کہتے ہیں نیز غیر آباد زمینیں جنگلات، پانی کے راستے، بادشاہوں کی خاص جاگیریں، اور ہر اس شخص کی میراث جسکا کوئی وارث نہ ہو یہ سب اللہ اور اسکے رسولﷺ کا مال ہے اور بعد رسول اللہﷺ کے اس شخص کا جو منجانب اللہ رسول اللہﷺ کا قائم مقام ہو۔"

پھر اسی صفحہ پر شیعہ مولوی مقبول دہلوی نے نقل کیا کہ:" تہذیب الاحکام میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام اور جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے فئے اور انفال کے بارے منقول ہے کہ جو زمین اسطرح ہاتھ آئے کہ اس میں نہ خون بہایا گیا ہو اور نہ اس میں جہاد کی نیت سے گھوڑے دوڑائے گئے ہوں بلکہ کسی قوم سے مصالحت کی گئ ہو اور انہوں نے ہاتھ سے کچھ دیا ہواور جو زمین غیر آباد پڑی ہو اور پانی کی تہ میں ہو یا پانی کے راستے میں ہو یہ سب کی سب فئے اور انفال میں داخل ہے۔"

اسی حوالے سے شیعہ مفسر ملا فیض کاشانی اپنی تفسیر صافی کی (ج2ص)266 پر لکھتا ہے:

"عن الباقر والصادق علیهما السلام الفئ، والانفال ما كان من ارض لم تكن فيها هراقة دم او قوم صولحو وأعطوبأيديهم وما كان من أرض خربة أوبطون أدية فهو كله من الفئ، والانفال فهذا كله لله ولرسوله فما كان لله فهو لرسوله بضعه حيث وهو للامام بعد الرسول"

ترجمہ: امام باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فئے اور انفال ہر وہ زمین ہے۔ جس کے حصول کیلئے خون ریزی نہ کی گئ ہو۔ اور لوگوں نے بطور صلح اپنے ہاتھوں خود دے دی ہو۔اور وہ زمین جو غیر آباد ہو، یا پانی کی تہ میں ہو وہ بھی تمام کی تمام فی اور انفال میں داخل ہے۔ "اور فئے انفال کا مالک اللہ اور اسکا رسول ہوتا ہے تو جو اللہ کی ملکیت ہے وہ بھی نیابۃً اسکے رسول کی ملکیت میں ہوتی ہے۔ رسول کی مرضی اسے جہاں چاہے صرف فرمائے اور رسول کے انتقال کے بعد امام اسکا مالک ہوتا ہے"

یہی شیعہ مفسر ملا فیض کاشانی آگے چل کر (ص)267 پر لکھتا ہے کہ:

"عن الصادق عليه السلام الأنفال كل ما أخذ من دار الحرب بغير قتال و كل أرض انجلى أهلها عنها بغير قتال وسماها الفقهاء فيئاً والأرضون الموات والأجام و بطون الأدية وقطا ع الملوك و ميراث من لا وارث له وهى لله وللرسول ولمن قام مقامه بعده"

ترجمہ: "امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "انفال" ہر وہ چیز ہے۔ جو دارلحرب سے لڑائ کے بغیر حاصل ہو۔ اور ہر وہ زمین جسے اسکے مالک بغیر لڑائ کے چھوڑ کر چلے جائیں۔ اس قسم کی زمین کو فقہاء "فئے" کہتے ہیں غیر آباد زمین، جنگلات، پانی کے راستے، بادشاہوں کی جاگیریں، اور اس شخص کی وراثت جسکا کوئ وارث نہ ہو یہ تمام اللہ اور اسکے رسول ﷺ کیلئے ہیں اور رسول کے بعد اسکیلئے جو ان (رسول ﷺ) کے قائم مقام ہو۔"ان چار حوالات سے مال فی کی تعریف اور اسکے مصارف بخوبی واضح ہو گئے۔ اب ہم اپنے مقصد کی طرف لوٹتے ہیں وہ یہ کہ جب فدک کے متعلق خود شیعہ روایات سے ثابت ہوا کہ اسے بغیر جنگ و جدل محض مصالحتی طور پر کفار خیبر نے نبی کریم ﷺ کے زیر تصرف دیا تھا۔ تو اس طریقہ سے فدک کا شمار بھی مذکورہ روایات کی روشنی میں" مال فئے" میں ہوا۔اور جب فدک ما فئے ٹھہرا تو اس کی ملکیت رسول اللہ ﷺ کیلئے ہوئ۔اور اسکی آمدنی کا تصرف بھی حضور کو ہوا۔آپ کے وصال

کے بعد جو شخص امام امت اور والی مملکت اسلامیہ بنا یہ جائیداد نیابۃً اس کے زیر تصرف آئی اور وہ بھی اسکی آمدنی انہی مدّات میں خرچ کرنے کا پابند تھا۔ جن پر حضورﷺ صرف فرمایا کرتے تھے۔ لہذا معلوم ہوا کہ مال فئے کسی کی ملکیت میں نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی اسکا کوئی مالک بن سکتا ہے۔ تو فدک بھی کسی کی ملکیت نہ قرار پایا۔ اور نہ ہی اسکی ملکیت حضورﷺ کے بعد ابو بکر صدیق، عمر فاروق عثمان غنی، حضرت علی اور امام حسن رضی اللہ عنہم میں سے کسی کی طرف منتقل ہوئی۔ بلکہ اپنے اپنے دور میں یہ حضرات اس کے امین ہو کر تصرف کرنے کا نیابۃ اختیار رکھتے تھے۔ لہذا اگر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بالفرض سیدہ فاطمہ کے سوال پر انہیں یہ نہیں دیا تھا تو انہیں ایسا کرنا از روئے شرع لازم تھا۔ اور اس پر ان کے عدل و انصاف اور شرعی استقامت کی داد دینی چاہیے نہ کہ انہیں ظالم بنا کر لوگوں کے سامنے انکا ڈنڈھورا پیٹا جائے، لیکن عقل کے اندھوں کو اتنی سمجھ کہاں:.

اس پر اگر کوئی شخص مزکورہ حوالہ جات کی روشنی میں اور آیت کریمہ کے ضمن میں یہ سوال کرے کہ ان میں صرف " مال فئے" کی تعریف اور اسکے مصارف کا ذکر آیا۔ یہ کہاں ہے آیا ہے کہ فدک بھی مال فئے تھا، ؟ تاکہ اس کے ثابت ہونے کے بعد بقیہ باتیں درست مانی جائیں۔

تو اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ پچھلی سطور میں ہم یہ کتب شیعہ سے عرض کر چکے ہیں کہ ان حوالہ جات اور آیات قرآنیہ میں " مال فئے" کی تعریف و مصرف ذکر کیا گیا۔ رہا یہ کہ فدک مال فئے تھا یا نہیں۔ تو ایک قائدہ کلیہ جب بیان کر دیا جائے تو اس وقت اس قاعدہ کے تحت جو بھی چیز آئے گی اسے وہی حکم دیا جائے گا اسکی تمام جزئیات کا نام لے کر شمار کرنا ضروری نہیں۔ اور نہ ہی اس کی پابندی۔ جب شیعہ کی کتب کے حوالہ جات سے یہ ثابت ہو گیا کہ فدک بغیر جنگ وجدل کے حاصل ہوا اور اسکی خاطر کوئی خون ریزی نہیں ہوئی، کفار نے مصالحتی طور پر اسے حضورﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا تھا ۔ اور یہ کہ جب فئے کی تعریف اس پر صادق آتی ہے تو اسے ہم مال فئے کیوں نہ کہیں؟ جب فدک تعریف کے مطابق مال فی ٹھہرا تو ایسے مال کی کسی کو ملکیت نہیں جا سکتی۔ بلکہ اللہ اور اسکے رسولﷺ یا رسولﷺ کے نائب اس کے متصرف ہوتے ہیں۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ فدک مال فئے ہونے کے اعتبار سے حضورﷺ کے زیر تصرف تھا۔ اور آپکے انتقال کے بعد آپکے

نائب خلیفۃ المسلمین کے زیر تصرف آیا۔ اس طرح یہ ایک دوسرے کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

فدک مال فی تھا:

"وَ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّ لَا رِكَابٍ وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ-وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ ۶)قَدِيْرٌ (مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ- كَیْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ-وَ مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ-وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا-وَ اتَّقُوا اللّٰهَ-اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ ۷سورةالْعِقَابِ (الحشر)"

ترجمہ: "اور جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو ان سے تو تم نے ان پر نہ اپنے گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ ہاں اللہ اپنے رسولوں کے قابو میں دے دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے وہ اللہ اور رسول کی ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے کہ تمہارے اغنیا کا مال نہ ہوجائے اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے."

وضاحت:

اب ان آیات میں اللہ تبارک و تعالی نے مال فئے کی تعریف اور اسکے مصارف بیان کئے۔ پہلی آیات میں مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا گیا کہ:"

"فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّ لَا رِكَابٍ"

یعنی: "تم نے ان پر نہ اپنے گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ" اور اس آیت کے شروع میں اسی مال کو(اَفَآءَ اللّٰہُ) یعنی فئے کا نام دیا گیا۔ یہ مال فئے کی تعریف ہے قرآن کی رو سے۔

دوسری آیت میں یہ بتایا گیا کہ مال فئے رسولﷺ کیلئے ہے کہ وہ اپنا گھریلو خرچہ چلائیں اسی طرح رشتہ داروں کیلئے ہے کہ اس میں سے انہیں بھی کچھ دیا جائے گا۔ اسی طرح مسلمانوں سے غرباء مساکین یتامی اور مسافرین کیلئے ہے گویا اس میں تمام اہل اسلام

کا حق ہے۔قرآن کریم نے اسے تمام یتامیٰ و مساکین و مسافرین پر خرچ کرنے کا حکم اس لئے دیا تاکہ اسے صرف دولت مندوں کیلئے مختص نہ کر دیا جائے اور غریب لوگ فاقہ کشی میں مبتلا نہ رہ جائیں۔

اسی بحث کو تکمیل تک لے جانے کیلئے ایک اور حوالہ پیش کر کے کچھ ضروری وضاحتیں پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ مسئلہ مزید کھل کے سامنے آ جائے۔

شیعہ محدث محمد یعقوب کلینی نے اپنی کتاب"الاصول من الکافی" کی کتاب الحجہ باب الفیٔ والانفال میں ایک روایت نقل کی ہے :

"لَمَّا وَرَدَ أَبُو الْحَسَنِ مُوسَى عَلَى الْمَهْدِيِّ رَاهُ يَرُدُّ الْمَظَالِمَ فَقَالَ: يَا أَمِيرَالْمُؤْمِنِينَ: مَابَالَ مَظْلِمَتِنَا لَا تُرَدُّ؟ فَقَالَ لَهُ: وَمَا ذَاكَ يَا أَبَا الْحَسَنِ؟ قَالَ: إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَمَّا فَتَحَ عَلَ نَبِيِّهِﷺ فَدَكاً وَمَا وَالَا هَالَمْ يُوجَفُ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ..........................فَقَالَ لَهُ الْمَهْدِيُّ: يَا أَبَاالْحَسَنِ حُدَّهَا لِي، فَقَالَ: حَدٌّ مِنْهَا جَبَلُ أُحُدٍ، وَحَدٌّ مِنْهَا عَرِيْشُ مِصْرَ، وَحَدٌّ مِنْهَا سِيفُ الْبَحْرِ، وَحَدٌّ مِنْهَا دُومَةُالْجَنْدَلِ،۔"

ترجمہ:"جب ابو الحسن موسی خلیفہ مہدی کے پاس یہ سنکر کے کہ وہ مظالم لوٹا رہا ہے تو کہا امیرالمومنین کیا وجہ ہے کہ ہمارے مظالم نہیں لوٹائے گئے۔پوچھا کون سے؟ کہا کہ اللہ تعالی نے جب نبی کریم ﷺ کے ہاتھوں فتح کرایا تھا تو اس پر کوئی چڑھائی نہیں کی تھی۔

مہدی نے کہا ابو الحسن! فدک کی حدود بیان کیجئے۔ جواب دیا اسکا ایک سرا جبل احد ہے، دوسرا عریش مصر ہے، تیسری طرف سمندر کا کنارہ ہے اور چوتھی جانب دومۃ الجندل"۔

اس روایت میں امام موسی کاظم نے صاف الفاظ میں یہ بیان کیا کہ فدک بغیر جنگ و جدل کے اللہ تعالی نے حضورﷺ کو عطا کیا اور اوپر سورہ الحشر کی آیت مین اللہ تبار وتعالی نے فرمایا کہ جو مال مسلمانوں کو بغیر جنگ وجدل کے حاصل ہو وہ "مال فئ"ہے۔اور اسی روایت کی شرح میں ملا باقر مجلسی نے اپنی کتاب "مرآۃ العقول" کی (ج6ص)268 میں لکھا ہے کہ:

"لم یوجف علیھا" اشارۃ إلی مامرّ من آیۃ الحشر""

ترجمہ: "جس پر تم نے چڑھائی نہیں کی اس میں اشارہ سورہ الحشر کی آیت کی طرف

ہے"۔
اب اس سے مکمل ثابت ہو گیا کہ فدک بھی بغیر جنگ و جد کے حاصل ہوا اور وہ بھی باقی اموال فئ کی طرح اوپر مذکورہ آیت میں داخل ہے۔ اور اس پر تصرف نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا تھا اور انکے بعد جو انکے قائم مقام مسلمانوں پر خلیفہ مقرر ہوئے ان کے زیر تصرف آیا۔ اور اسکے مصارف بھی اوپر آیت میں مزکور ہیں۔یعنی وہ کسی کی ذاتی ملکیت نہیں بن سکتا۔
مذکورہ عبارت میں" ملا باقر مجلسی نے یہ بات واضح کر دی کہ امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ نے خلیفہ مہدی کے دربار میں "باغ فدک" کی حقیقت بیان کرتے ہوئے جو یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔
"وَلَمَّا فَتَحَ عَلَى نَبِيِّهِ فَدَكَ وَمَا وَالَاهَا وَلَمْ يُوْجِفْ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ"
تو ان سے انکی صاف طور پر یہ مراد تھی کہ "باغ فدک" بھی آیت فئے میں داخل ہے۔ کیونکہ مال فئے کی طرح فدک کے حصول کیلئے کوئ جنگ وجدال نہ ہوئ بلکہ کفار نے محض صلح کرتے ہوئے یہ جائیداد حضورﷺ کے زیر تصرف دے دی تھی۔
دو ضروری باتیں:
شیعہ و سنی دونوں کی معتبر کتب سے ثابت ہے کہ اموال فئے جس میں فدک بھی شامل اس کو صرف کرنے میں جو عمل اور طریقہ رسولﷺ کا تھا اور جن مصارف پر آپ خرچ فرمایا کرتے تھے انہی مصارف پر آپکے انتقال کے بعد خلیفہ اول ابو بکر صدیق، خلیفہ ثانی عمر بن خطاب، خلیفہ ثالث عثمان غنی، خلیفہ رابع علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اور امام حسن رضی اللہ عنہ صرف کرتے رہے۔ آپﷺ کے طریقہ اور عمل میں ذرہ بھر فرق نہ کیا، اور نہ ہی ان اموال میں کوئ تغیر و تبدل کیا، قرآن پاک میں مذکورہ ہدایت اور حکم کے مطابق اسے تصرف میں لاتے رہے۔ حتی کہ مروان کا دور آیا تو اس نے فدک میں رو بدل کیا اسکے بعد جب حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا، تو انہوں نے مروان کے طریقہ کو ختم فرما کر پھر اسے وہی طریقہ و عمل کے مطابق جاری کیا جو رسولﷺ اور خلفائے راشدین کا تھا۔اس وضاحت کے پیش نظر اگر کوئ متعصب سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے بارے میں اس بنا پر غاصب ، ظالم اور منافق تک کے الفاظ کہتا ہے کہ ان حضرات نے فدک میں رد وبدل نہ کیا۔ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دینے

کی بجائے حضورﷺ کے عمل و طریقہ کو مقدم رکھا، تو پھر صرف یہی دو حضرات ہی مورد الزام نہ ٹھہریں گے بلکہ اس طریقہ اور عمل پر جو بھی کاربند رہا وہ بھی ان الفاظ کا مصداق قرار پائے گا۔ کیونکہ یہ طریقہ و عمل جب یکساں ٹھہرا۔ تو اس طریقہ پر حکم بھی ایک جیسا ہو گا لہذا یہ الفاظ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، امام حسن رضی اللہ عنہ بلکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات والا صفات پر بھی صادق آئیں گے۔(معاذ اللہ ثم معاذ اللہ دونوں فریق کی کتب اس بات پر شہادت دیتی ہیں۔ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی ، اے دختر رسول خدا جب تک میں زندہ ہوں، اموال فئے (فدک وغیرہ) میں وہی طریقہ اور عمل جاری رکھوں گا جسکو حضور صلی اللہ علیہ وسل نے پسند فرمایا تھا، اس میں قطعا کوئی رد وبدل نہ کروں گا۔ اور تغیر و تبدل کے ذریعہ کوئی دوسرا طریقہ ہرگز نہ اپناوں گا۔
ہاں یہ پیش کش کئے دیتا ہوں کہ میرے ذاتی مال و جائیداد میں اے دختر رسول آپکو کلی اختیار ہے۔ جو چاہیں لے لیں، یہ سب آپ پر قربان ہے۔شیعہ مجتہد ملا باقر مجلسی اپنی کتاب(حق الیقین/)367 میں لکھتا ہے کہ:

"واموال و احوال خود را از تو مضایقه ندارم، آنچه خواهی بگیر، تو سیدۂ امّت پدر خودی و شجرۂ طیبه از براہی فرزندان خود، انکار فضل تو کسی نمی تواند کرد، و حکم تو نافذ است در مال من ام؟لّا در اموال مسلمانان مخالفت گفتۂ پدر تو نمی توانم کرد"

ترجمہ: "میں اپنے اموال و احوال کو تم سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ آپ اس خود مختار ہیں جو چاہیں لے سکتی ہیں آپ اپنے والد گرامی کی امت کی سیدہ ہیں اور اپنے فرزندوں کیلئے "شجرۂ طیبہ" ہیں آپ کے فضل کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ اور آپکا حکم میرے ذاتی مال میں نافذ ہے، لیکن مسلمانوں کے اجتماعی مال میں اور آپکے والد بزرگوار کے ارشاد کی مخالفت نہیں کر سکتا""

اسی مقام پر کچھ سطور پہلے اسی کتاب "حق الیقین" میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے جو کچھ فرمایا: اسکی جھلک ملاحظہ ہو۔

"پس ابو بکر گفت: ای دختر رسول خدا! پدر تو نیست به مؤمنان مشفق و کریم و مہربان و رحیم بود و بر کافران عذاب الیم وعقاب عظیم بود، واو راکه نسبت می دهیم پدر تو است نه زنان دیگر،و رادر شوهر توست نه

دوستان ڈیگر او را اختیار کرد بر هر خویشی واو یاری نمود در هر امر عظیمی، ڈوست نمی دارد شمارا مگر ہر سعادتمندی و دشمن نمی دارد شمارا مگر هر بد بختی، پس شماعترت پاکیزہ رسولید و نیکان و برگزیدگان و راهنمایان مائید به سوی خیر و سعادت و جنت، وتویی برگزیدۂ زنان و دختر بهترین پیغمبران، راست گوئ در گفتار خود سبقت داری بر همه به سبب وفور عقل خود، کسی تو را از حقّ خود بر نمی گرداند، به خدا سوگند که من از رأی رسول خدا ﷺ تجاوز نکرده ام و آنچه کرده ام به اذن او کرده ام و خدا را گواه می گیرم که شنیده ام از رسول خداﷺ که گفت: (ما گروه انبیاء میراث نمی گذاریم نه طلاونه نقره ونه خانه ونه عقار، ونهست میراث مامگر کتابها و حکمت وعلم پیغمبری، وآنچہ طعمۂ ما است ولیّ امر خلافت بعد از ما حکم می کند در آن به حکم خود) و من چنان حکم کردم که آنچه تو از ما مطلب می کنی صرف اسبان واسلحه شود که مسلمانان باکفار قتال کنند، واین را به اتفاق مسلمانان کرده ام، ودر این امر منفرد و تنها نبوده ام،"'

ترجمہ: ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے خدا کے پیغمبرﷺ کی لخت جگر! آپکے والد گرامی مومنوں کیلیۓ انتہائی مشفق، کریم، مہربان اور رحیم تھے۔ اور کفار کیلیۓ دردناک عذاب اور بہت بڑی سزا تھے ان کے بارے میں جو کچھ نسبت کر سکتا ہوں، وہ یہ ہے۔ کہ وہ آپ کے والد تھے۔ نہ دوسری عورتوں آپ کے خاوند کے بھائ تھے۔ کسی اور کے نہیں، حضورﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہی اپنے اعزہ و اقارب پہ پسند فرمایا۔ اور حضرت علی نے بھی انکی خوب مدد کی ہر سعادت مند ہی آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھے گا اورصرف بد بخت ہی آپ سے دشمنی کرے گا۔ آپ رسولﷺ کی پاکیزہ اولاد ہیں۔ اور ہم میں سے نیک اور برگزیدہ ہیں۔ ہر سعادت اور خیر وجنت کی آپ ہمارے لیے راہنما ہیں۔ آپ حضورﷺ کی دختر ان نیک اختر سے پاکیزہ تر ہیں، گفتار میں سچی ہیں، عقل و سمجھ میں سب سے بڑھ کر ہیں، کوئ بھی آپکو آپ کے حق سے محروم نہیں کر سکتا، اللہ کی قسم ! میں نے رسول اللہ ﷺ کی رائۓ سے تجاوز نہیں کیا اور جو کچھ کیا ہے، ان کے ہی اذن سے ، اور میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں، کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنا، آپﷺ نے فرمایا: ہم گروہ انبیاء میراث چھوڑ

کر نہیں جاتے، نہ چاندی، نہ سونا، نہ گھر، نہ ہی زمین، ہماری وراثت ہوتی ہے، ہماری موراثت صرف کتابیں، حکمت اور علم پیغمبرانہ ہوتا ہے۔ اور جو کچھ ہماری خوراک ہوتی ہے اس میں ولی امر ہمارے خلیفہ ہوتا ہے اور اس بارے میں وہ وہی فیصلہ کرتا ہے میں نے بھی اسی طرح فیصلہ کیا۔ اور جو آپ نے مجھ سے طلب فرمایا، وہ مسلمانوں کے اجتماعی امور میں صرف ہوگا، مسلمان اس سے سامان جنگ خریدیں گے، اور کفار کے ساتھ جنگ لڑیں گے،اور یہ فیصلہ میں نے مسلمانوں کے اتفاق سے کیا ہے اس فیصلہ میں میں تنہا نہیں

حق الیقین کی اس عبارت اس سے یہ بات بالکل نکھر کو سامنے آ جاتی ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت خاتون جنت کو اپنے مال و متاع میں تصرف کرنے کا کلی اختیار عطا کر دیا لیکن باغ فدک چونکہ مفاد کیلئے وقف تھا اس لیے اس کو دینے سے معذرت کی ، اور یہ صرف ان کی اپنی رائے اور ذات کا فیصلہ نہ تھا۔ بلکہ صحابہ کرام کا اجتماعی اور متفقہ فیصلہ تھا، جس کی پشت پر حضورﷺ کی حدیث مبارکہ تھی۔ یہ ہی وجہ ہے کہ اسکی مخالفت سیدنا علی نے اپنے زمانہ میں بھی نہیں فرمائی، بلکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر ہی عمل فرماتے رہے۔

اس حوالے سے چند شیعہ کتب کے حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

شیعہ عالم ابن میثم البحرانی شرح نہج البلاغہ کی (جلد5ص101) میں لکھتا ہے کہ:

"وكان يأخذ غلتها فيدفع إليهم منها يكفيهم، ثم فعلت الخلفاء بعده كذلك إلي أن ولّي معاوية فأقطع مروان ثلثها بعد الحسن"

ترجمہ:(سیدنا ابو بکر کا طریقہ یہ تھا کہ) فدک کی آمدنی اہلبیت رسولﷺ کی ضرورت کے مطابق خرچ کرتے تھے جو انکو کفایت کرتا تھا پھر اس کے بعد سارے خلفاء اسی پر عمل کرتے رہے حتی کہ امیر معاویہ کے دور خلافت میں مروان نے تیسرا حصہ اپنے لیے مقرر کر لیا سیدنا حسن کے بعد"

اس کو متعدد شیعہ محققین نے نقل کیا ہے جیسا کہ شارح نہج البلاغہ ابن حدید ، شرح نہج البلاغہ فیض الاسلام، الدر النجفیہ اور دیگر کئی ماخذ میں یہ بات موجود ہے۔

شیعہ محقق ڈاکٹر سعید سامرائی نے اپنی کتاب حجج النہج میں (ص/265266) پر لکھا ہے کہ:

"قال أبو بكر: وحدثنى محمد بن زكريا قال: حدّثنى ابن عائشة، قال:حدّثنى

أبی، عن عمّه قال: لمّا كلمت فاطمة أبا بكر بكى، ثم قال: يابنة رسول الله، والله ما ورث ابوک ديناراً ولا درهماً، وانه قال: انّ الأنبياء لا يورثون، فقالت: إنَّ فدك وهبها لي رسول الله صلى الله عليه وآله، قال: فمن يشهد بذلک؟ فجاء عليّابن أبى طالب عليه السلام فشهد، وجاءت امّ أيمن فشهدت أيضاً، فجاء عمربن الخطّاب وعبد الرحمن بن عوف فشهد أنّ رسول الله ﷺ كان يقسمها، قال أبو بكر: صدقت يا ابنة رسول الله ﷺ وصدق عليّ وصدقت أمّ أيمن، وصدق عمر، وصدق عبد الرحمن بن عوف، وذلک أنّ مالک لأبيک، كان رسول الله ﷺ يأخذ من فدک قوتكم، يقسم الباقى، ويحمل منه فى سبيل الله، فما تصنعين بها؟ قالت: اصنع بها كما يصنع بها ابى؟ قال: فلک عليّ الله أن اصنع فيها كما يصنع فيها ابوک، قالت: الله لتفعلنّ! قال: الله لأفعلن، قالت: اللهم أشهد، وكان ابو بكر يأخذ غلتها فيدفع اليهم منها ما يكفيهم، ويقسم الباقى، وكان عمر كذلک، ثم كان عثمان كذلک، ثم عليّ كذلک۔

ترجمہ: "جب سیدہ فاطمہ نے فدک کیلئے سیدنا ابو بکر سے بات کی تو ابو بکر نے فرمایا: کہ آپکے والد نے درھم و دینا کا کسی کو وارث نہیں بنایا۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: کہ ہم انبیاء کسی کو وارث نہیں بناتے۔ یہ سن کر سیدہ فاطمہ علیہا السّلام نے کہا کہ فدک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھے ھبہ کردیا تھا ۔ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے پوچھا کہ اس بات کا کوئی گواہ؟ تو حضرت علی علیہ السّلام اور ام ایمن بطور گواہ پیش ہوئے ۔ اور اس امر کی گواہی دی ۔ اتنے میں حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) اور عبدالرحمن بن عوف (رضی اللہ عنہ) بھی آگئے ۔ ان دونوں نے یہ گواہی دی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فدک کو تقسیم فرماتے تھے ۔ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ اے بنت پیغمبر توں نے بھی سچ کہا اے علی علیہ السّلام تم بھی سچے ہو ۔ اس لیے کہ اے فاطمہ علیہا السّلام تیرے لیے وہی کچھ ہے ۔ جو آپ کے والد کا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فدک کی آمدنی سے تمہاری خوراک کا اہتمام فرماتے تھے ۔ اور باقی ماندہ کو تقسیم فرمادیتے اور اس میں سے فی سبیل اللہ سواری بھی لے دیتے ۔ تمہارے بارے میں اللہ سے معاہدہ کرتا ہوں کہ میں اسی طرح تم سے سلوک کروں گا جس طرح حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سلوک فرمایا کرتے تھے ۔ تو یہ سن کر سیدہ فاطمہ حضرت ابو بکر

(رضی اللہ عنہ) سے راضی ہوگئیں ۔ اور اسی بات پر ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) سے عہد لیا ۔ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) فدک کا غلہ وصول کرتے اور اہلبیت کو ان کی ضرورت کے مطابق دے دیتے ۔ ان کے بعد حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) بھی فدک کواسی طرح تقسیم کیا کرتے تھے ، اس کے بعد عثمان (رضی اللہ عنہ) بھی فدک اسی طرح تقسیم کیا کرتے تھے ، اس کے بعد علی علیہ السّلام بھی فدک کو اسی طرح تقسیم کیا کرتے تھے۔""

اور مولا علی رضی اللہ عنہ خود نہج البلاغہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"آلذلیل عندی عزیز حتی اخذ الحق له، والقوی عندی ضعیف حتی اخذ الحق منه"

ترجمہ: "دبا ہوا میری نظروں میں طاقتور ہے، جبتک کہ میں اسکا حق نہ دلوا دوں اور طاقتور میری نظروں میں کمزور جب تک میں اس سے دوسرے کا حق دلوا نہ لوں""(نہج البلاغہ خطبہ نمبر 37 مترجم مفتی جعفر)

مولا علی رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے واضح ہو رہا ہے کہ اگر مولا علی رضی اللہ عنہ کی نظر میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ فدک حق و صواب نہ ہوتا تو مولا علی سیدہ کا حق دلوانے کیلئے خاموش بالکل بھی رہتے خاموشی تو دور کی بات اوپر ہم حجج النہج کے حوالے سے نقل کیا کہ مولا علی نے فرمایا: کہ مجھے حیا آتی ہے وہ کام کرنے سے جسکو ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے نہیں کیا۔ اور پھر مولا علی رضی اللہ عنہ نے بھی وہی شیخین کا طریقہ اپنایا اور فدک کو اسی صورت پر برقرار رکھا جس پر شیخین نے اسکو رکھا تھا۔ یہ اس امر کی بہت بڑی دلیل ہے کہ حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی للہ عنہ کے نزدیک باغِ فَدک میں صدیقی طرز عمل حق و صواب تھا اور حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی للہ عنہ صدیقی طرز عمل کو بالکل شریعت اسلامیہ کے مطابق جانتے تھے ۔

حقیقت یہ ہے کہ شیعہ حضرات کا صدیقی خلافت میں غصبِ فَدک کا قول کرنا حضرت مولا علی رضی للہ عنہ کی امامت و خلافت پر شرمناک حملہ ہے ۔ کیونکہ اگر یہ مان لیا جائے کہ صدیق اکبر رضی للہ عنہ نے باغِ فَدک غصب کرلیا تھا تو حضرت مولا علی رضی للہ عنہ پر بھی یہ الزام قائم ہوگا ۔ کہ انہوں نے فدک کو صدیقی خلافت کے دستور پر جاری رکھ کر امت و خلافت کا حق ادا نہیں کیا ۔ حضرت صدیق اکبر رضی للہ عنہ اگر غاصب فدک ثابت ہونگے تو حضرت مولا علی مرتضیٰ رضی للہ عنہ غصب کے برقرار رکھنے والے ثابت ہونگے ۔ سوچئے کہ غصب کرنے والا زیادہ مجرم ہے یا غصب کو برقرار

رکھنے والا ۔ اور غاصبوں کے طرز عمل کی حکومت و سلطنت کے با وجود حمایت کرنے والا ۔ (معاذ للہ) ۔ غرضیکہ قضیہ فدک میں جناب حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی للہ عنہ کا طرز عمل دنیائے شیعیت پر بہت بھاری حجت ہے ۔ اگر حضرت صدیق اکبر رضی للہ عنہ کی خلافت پر اعتراض ہوگا تو حضرت سیدنا مولا علی رضی للہ عنہ کی خلافت پر بھی حرف آئے گا ۔ پس جناب حضرت مولا علی المرتضیٰ کا اراضی فدک کو اسی دستور پر رکھنا جس پر کہ جناب صدیق اکبر رضی للہ عنہ نے رکھا تھا ، حضرت صدیق اکبر رضی للہ تعالی عنہ کی حقانیت اور ان کے طرز عمل کی صحت پر دلیل قاہر ہے۔

میراث انبیاء کا حکم کتب شیعہ سے:

برادران اسلام اب تک ہم کتب شیعہ کے حوالہ جات یہ مکمل طور پر یہ ثابت کر چکے ہیں کہ فدک مال فیٔ تھا اور مال فیٔ کسی کی ملکیت نہیں بن سکتا اور وہ حضور ﷺ کے زیر تصرف تھا اور انکے بعد انکے قائم مقام خلیفہ کے زیر تصرف آئے گا۔ اور اسکے مصارف وہی زمانہ نبوی والے تھے اور اسی پر خلیفہ اول سے خلیفہ چہارم کے دور تک عمل ہوتا رہا اس میں کوئی رد و بدل نہ کیا گیا حتی کہ مولا علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور خلافت میں اس میں کوئی تغیر و تبدل نہ فرمایا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کے مطالبہ فدک پر انکو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضورﷺ کی حدیث سنائی کہ حضورﷺ نے فرمایا ہم انبیاء کسی کو درھم و دینا کا وارث نہیں بناتے۔ اس پر شیعہ رافضیوں کا اعتراض ہے کہ یہ حدیث منگھڑت ہے اور خلیفہ اول نے فدک غصب کرنے کیلیئے اس حدیث کو خود گھڑا تھا۔ معاذ اللہ۔ آیئے ہم ان روافض کے بہتان کو انکی ہی کتب سے زائل کرتے ہیں۔ کہ یہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر وضع حدیث کا الزام صرف اور صرف بہتان ہے۔

سب سے پہلے شیعہ کی سب سے معتبر کتاب اور انکے امام غائب کی تصدیق شدہ کتاب "الاصول من الکافی" کی روایت ملاحظہ فرمائیں۔(الکافی/ج/1/ص/17 باب صفۃ العلم وفضلہ وفضل العلماء)

"عَنْ أَبِی عَبْدِاللہِ قَالَ: إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَۃُ الْأَنْبِیَاءَ لَمْ یُورِثُوا دِرْھَماً وَلَا دِیْنَارًا، وإِنَّمَا أَوْرَثُوا أَحَادِیثَ مِنْ أَحَادِیْثِھِمْ،فَمَنْ أَخَذَ بِشَیْءٍمِنْھَا فَقَدْ أَخَذَ حَظًّا وَافِرًا، فَانْظُرُوا عِلْمَکُمْ ھَذَا عَمَّنْ تَأْخُذُوْنَہُ؟ فَإِنَّ فِیْنَا أَھْلَ الْبَیْتِ فِي کُلِّ خَلَفٍ عُدُولًا یَنْفُونَ عَنْہُ تَحْرِیْفَ الْغَالِیْنَ،وإِنْتِحَالَ الْمُبْطِلِیْنَ، وَتَأْوِیْلَ الْجَاھِلِیْنَ.""

ترجمہ: 'امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ علماء وارث انبیاء ہیں، اور انبیاء وارث نہیں ہوتے درھم و دینار کے بلکہ وہ مالک ہوتے ہیں اپنی احادیث کے پس جس نے ان احادیث سے کچھ لے لیا اس نے کافی نصیب پا لیا پس تم اس پر نظر رکھو۔ کہ تم اس علم کو کس سے لیتے ہو یہ علم ہم اہلبیت کا ہے۔ کیونکہ جو علم پیغمبر نے امت کے لیے چھوڑا اس کے وارث اہل بیت رسول ہیں۔ جو عادل ہیں اور جو رد کرتے ہیں غالین کی تحریف اور اہل باطل کے تغیرات اور جاہلوں کی تاویلوں کو۔"'

شیعہ کی اسی کتاب میں ایک اور روایت بھی منقول ہے ملاحظہ فرمائیں۔ (اصول کافی ج1ص19)

"عَنْ أَبِی عَبْدِاللہ قال: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ----------- وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَي الْعَابِدِ کَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلَي سَائِرِالنُّجُومِ لَیلَةَالْبَدْرِ، وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُالْاَنْبِیاءِ، إِنَّ الْاَنْبِیاءَ لَمْ یوَرِّثُوا دِینَاراً وَلَا دِرْهَماً ولکن وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَ مِنْهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ،'"

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:------- کہ دین کے عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے، جس طرح ستاروں پر چاند کی فضیلت اور چاندنی رات پر فضیلت ہے۔ اور علماء کرام وارث انبیاء ہیں اور انبیائے کرام نہیں چھوڑتے اپنی امت کیلئے درہم و دینار بلکہ وہ چھوڑتے ہیں۔علم دین کو پس جس نے اس کو حاصل کیا اس نے بڑا نصیبہ پایا""

برادران اسلام! یہ دو روایات شیعہ کی سب سے معتبر کتاب کی ہیں جن میں واضع طور پر فرمایا گیا ہے کہ انبیاء مال کا کسی کو وارث نہیں بناتے بلکہ انکی وراثت علم دین ہے۔ اور علماء انکے وارث ہیں۔ اسی طرح کے مضمون کی روایت شیعہ مجتہد شیخ صدوق کی کتاب "الامالی" کی مجلس 14 ص54 میں نقل کی ہے کہ:

عن الصادق جعفر بن محمد، عن أبیه عن آبائه ،قال: قال رسول الله ﷺ: من سلک طریقاً یطلب فیه علماً، سلک الله طریقاً إلی الجنة، إن الملائکة لتضع أجنحتها لطالب العلم رضي به، وإنه لیستغفر لطالب العلم من في السماء ومن في الأرض حتي الحوت في البحر، وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَي الْعَابِدِ کَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلَي سَائِرِالنُّجُومِ لَیلَةَالْبَدْرِ، وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُالانْبِیاءِ، إِنَّ الْاَنْبِیاءَ لَمْ یوَرِّثُوا دِینَاراً وَلَا دِرْهَماً ولکن وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَ مِنْهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ،'"

ترجمہ:" امام جعفر اپنے والد اور انکے والد اپنے آباء سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص طلب علم کے لیے راستے طے کرتا ہے اللہ رب العزت اسے جنت کی طرف لے جاتا ہے، اور فرشتے طالب علموں کیلیے اپنے پر سجاتے ہیں کیونکہ انہیں اس سے خوشی حاصل ہوتی ہے آسمان و زمین کی تمام مخلوق حتی کہ دریا کی مچھلیاں طالب علم کے لیے استغفار کرتی ہیں، اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں کے چاند کی فضیلت ستاروں پر چاندنی رات میں۔ اور علماء وارث انبیاء ہیں اور انبیاء اپنی وراثت میں درھم و دینار نہیں چھوڑتے بلکہ علم دین چھوڑتے ہیں، پس جس نے اس کو حاصل کیا اس نے بہت بڑا حصہ حاصل کر لیا"۔

اس روایت سے بھی واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کی مالی وراثت نہیں بلکہ علمی وراثت ہوتی ہے۔ اور علماء ہی انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔

ایک اور روایت شیعہ مجتہد شیخ صدوق نے اپنی کتاب "من لا یحضر الفقیہ" کی ج4ص284 پر نقل کی ہے ملاحظہ فرمائیں.

"یَابُنَیَّ: وتفقه فی الدین فإن الفقهاء ورثة الأنبیاء، إن الأنبیاء لم یورثو دینارا ولا درهما ولکنهم ورثوا العلم، فمن أخذ منه أخذ بخظ وافر"

ترجمہ: اے بیٹے دین کا پورا کامل علم حاصل کر، کیونکہ دین کو پوری طرح سمجھنے والے عالم انبیاء کے وارث ہیں۔ کیونکہ انبیاء نے دینار و درہم کا وارث کس کو نہیں بنایا وہ تو صرف علم کی وراثت دے جاتے ہیں تو جس نے علم دین کو حاصل کیا اس نے اچھا حصہ پا لیا"

اس روایت میں مولا علی رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ کو بطور وصیت فرما رھے ہیں کہ اے بیٹے دین کا علم سیکھ کیونکہ یہ انبیاء کی میراث ہے۔ اور انبیاء کسی کو دنیاوی مال کا وارث نہیں بناتے اب ان تمام شیعہ روایات سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ح لا نورث والی حدیث کی توثیق ہو رہی ہے۔ جس پر شیعہ نے موضوع ہونے کا الزام لگایا۔ انکے گھر کی یہ تمام گواہیاں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صداقت کی گواہیاں ہیں بحمد اللہ تعالی۔

اب شیعہ روایات سے یہ بات تو ثابت ہو گئ ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جو وراثت انبیاء کے بارے میں حدیث سنائ تھی وہ سچی تھی موضوع نہ تھی بلکہ اسکو موضوع کہنے والوں کے گھر سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے اب ان۔شاء اللہ ہم باقاعدہ

وراثت انبیاء پر روافض کے اعتراضات نقل کر کے انکے جوابات دیں گے ۔

اعتراض نمبر 1:

قرآن مجید میں مسئلہ میراث کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:
(" یُوصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَیَیْنِ")
ترجمہ:"اللہ تعالی تمہیں تمھاری اولادوں کے بارے میں وصیت فرماتا ہے کہ تمھارے ترکہ میں سے ایک لڑکے کا دولڑکیوں کے برابر حصہ ہو گا"
اس آیت میراث کو پیش کر کے روافض یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضورﷺ کی وراثت انکے بعد انکی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہ کو ملنی چاہئے تھی جس سے خلیفہ اول ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں محروم کر دیا.

جواب:

شیعہ حضرات کی سب سے صحیح اور امام غائب کی مصدقہ کتاب کے حوالے سے ہم نقل کر چکے ہیں کہ انبیاء کی مالی وراثت نہیں ہوتی ان روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے حکم میں حضور اکرمﷺ مستثنی ہیں۔ مزکورہ آیت میراث میں خطاب صرف امت کو ہے یعنی حضورﷺ کے ذریعہ مسئلہ وراثت مسلمانوں کو سمجھایا گیا خود حضورﷺ اس میں داخل نہیں کیونکہ یہ بات ثابت شدہ ہے اور تحقیق شدہ ہے کہ جسے شیعہ سنی دونوں مانتے ہیں کہ نبی اکرمﷺ اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام کی مالی وراثت نہیں ہوتی ہم گزشتہ اوراق میں کتب شیعہ سے یہ ثابت کر چکے ہیں۔ اس آیت میں حضور کا داخل نہ ہونا اس کی مثال اسطرح ہے کہ قرآن میں ارشاد فرمایا گیا :
" فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ"
"اپنی پسند کی دو دو، تین تین، چاو چار عورتوں سے شادی کرو" اس آیت میں چار بیویوں کی بیک وقت نکاح میں رکھنے اور لانے کی اجازت ہے۔ تو یہ اجازت بھی امت کیلئے ہے۔ حضورﷺ اس عام حکم سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ کتب احادیث و سیرت میں آپکی بیک وقت چار سے زائد ازواج مطہرات کا نکاح میں ہونا مشہور ہے۔ جس طرح اس آیت کے عموم سے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مستثنیٰ کر دیا گیا، اسی طرح آیت میراث بھی حضورﷺ کے علاوہ دیگر مومنین کیلئے ہے۔ تو حدیث مزکور سے آیت میراث کی تخصیص و تعیین اور تشریح ہو رہی ہے۔ اس سے مخالفت لازم نہیں آتی تو

یہی اعتراض شیعہ حضرات پر بھی ہو سکتا ہے کیونکہ انکی فقہ میں بھی اس قسم کی تخصیصات موجود ہیں۔ جیسے مرنے والا کافر تھا اور اسکی اولاد مسلمان تھی تو کافر صاحب جائیداد کی وراثت اسکی مسلمان اولاد کو نہیں ملے گی۔ یا اس کے بر عکس مرنے والا صاحب جائیداد مسلمان تھا اسکی اولاد کافر ہے تو بھی انہیں وارث نہیں بنایا جائے گا۔ حالانکہ حکم سب کیلئے عام تھا۔ اور بیٹا اگر باپ کا قاتل ہو گا تو اسکو بھی اسکے باپ کی میراث نہیں ملے گی۔

اسی طرح یہ آیات(لا تبطلوا اعمالکم) و (تقطعوارحامکم) (من یرتد منکم) ان آیات میں بھی حکم عام ہے۔ لیکن حضور ﷺ اس میں شامل نہیں، کیونکہ بطل اعمال، اور قطع رحم، اور ارتداد عن دین وہ امور ہیں جنکا حضور ﷺ میں پایا جانا محال ہے۔بلکہ ان آیات میں مراد امت ہے ۔ تو اسطرح آیت یوصیکم اللہ میں حضور ﷺ شامل نہیں ہیں اور یہ حکم افراد امت کیلیے ہے۔ چنانچہ خود شیعہ مذہب کی معتبر کتب جن میں کافی بھی شامل ہے جو امام غائب کی مصدقہ ہے کی روایات اس کی تائید کر رہی ہیں۔ سابقہ صفحات میں ہم وہ روایات نقل کر چکے ہیں۔

اس موقعہ پر شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حدیث قرآن کی تخصیص نہیں کر سکتی۔ لیکن ان کا ایسا کہنا صحیح نہیں، کیونکہ خود شیعہ مذھب میں حدیث سے قرآن کی تخصیص کی گئ ہے۔ اور شیعہ کتب فقہ میں تخصیص مانع ارث بیس تک گنائے جاتے ہیں۔ اختصار کے ساتھ میں حق چار یار کی نسبت سے صرف چار عبارات پیش کرتا ہوں تاکہ بات سمجھ میں آ جائے۔

شیخ صدوق اپنے کتاب من لا یحضر الفقیہ ج4 ص235 میں لکھتا ہے کہ امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ نے ایک سوال کے جواب لکھتے ہوئے اس پر اپنی مہر بھی لگائ اور لکھا کہ "الولد لغیّة لا یورث" " یعنی ولد الزنا وارث نہیں بنے گا میں پوچھتا ہوں کہ اگر حدیث آیت کی تخصیص نہیں کرتی تو پھر ولد الزنا کو وراثت سے محروم کس قانون کے تحت کیا گیا؟۔ یہی شیخ صدوق اگلے صفحے 236 پہ لکھتا ہے کہ:

" في رجل قتل أباه، قال: لا يرثه"

یعنی کسی نے امام سے پوچھا کہ جس نے اپنے باپ کو قتل کر دیا ہو، تو امام نے فرمایا: وہ وراثت نہیں پائے گا۔ پھر میرا وہی سوال ہے کہ اس قاتل کو اپنے باپ کی وراثت سے کس نے نکالا "یوصیکم اللہ" کے حکم عام سے کس نے مستثنی کیا۔

اسی کتاب کے ص248 پر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا فرمان منقول ہے کہ :
"لایرث الکافر المسلم"
یعنی کافر کبھی مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا ۔ اس کافر کو "یوصیکم اللہ" کے حکم عام سے کس نے استثنی دیا۔ اور کس قانون کے تحت۔؟ اسی طرح ص251 مین لکھا ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا: " العبد لا یورّث"
یعنی غلام کو وارث نہیں بنایا جائے گا ۔چار عبارات مکمل ہو چکیں ۔ اور میرا دنیائے شیعیت کو کھلا چیلنج ہے کہ اس ایت کے حکم عام سے ان افراد کو کس قانون کے تحت استثنی حاصل ہے۔ اور مجھے یقین کامل ہے کہ مر بھی جاو تو جواب ایک ہی ہے کہ حدیث نے تخصیص کی تو پھر اس بات کو ماننے سے کیا تکلیف ہوتی ہے کہ حضور بھی حدیث مبارکہ کہ تحت اس آیت کریمہ کے حکم میں شامل نہیں اور وہ حدیث ہم کتب شیعہ کے کئ حوالہ جات سے ثابت کر چکے ہیں۔ جسکا انکار اور رد ان رافضیوں کے بس کی بات نہیں ہے۔

اعتراض نمبر:2

"وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ"
ترجمہ: "سلیمان علیہ السلام داود علیہ السلام کے وارث بنے" شیعہ دوسری یہ آیت پیش کر کے کہتے ہیں کہ اگر انبیاء کی وراثت نہیں ہوتی تو سلیمان علیہ السلام اپنے والد داود علیہ السلام کے وارث کیسے بنے۔؟

جواب :

یہ اعتراض بھی روافض کا جہالت پر مبنی ہے کہ جس وراثت کی نفی ہم نے کی اگر آیت زیر بحث آیت میں اس کا ثبوت ہے تو اعتراض درست ورنہ ہم کب قائل ہیں کہ وراثت علمی بھی نہیں ہوتی۔ بہر حال ہم جواب کی طرف لوٹتے ہیں۔ اس آیت سے مراد وراثت علمی ہے یعنی سلیمان علیہ السلام اپنے والد گرامی جناب داود علیہ السلام کے وارث علمی بنے کیونکہ اگر اس وراثت سے مراد وارث مالی ہو تو صرف سلیمان علیہ السلام کے وارث ہونے کا کوئی معنی نہیں وہ اس لیے کہ سیدنا داود علیہ السلام کے ال علاوہ انکے اٹھارہ اور بھی بیٹے تھے ان ٹھارہ کو چھوڑ کر اکیلے سلیمان علیہ السلام کیونکر وارث مالی بنے اور دوسرے کیوں محروم رہے۔ پھر شیعہ کی سب سے معتبر کتاب جو کہ امام غائب کی مصدقہ کہلاتی ہے۔ اس میں امام جعفر رضی اللہ عنہ نے حضرت سلیمان

علیہ السلام کو وارث علمی قرار دیا ہے۔ جسے بالکل واضح طور پر ذکر کیا۔ شیعہ محدث یعقوب کلینی اپنی کتاب "الکافی" (ج1ص134) میں ایک رویات نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ :

"فقال أبو عبدالله إن داؤد ورث "علم الأنبياء، وإن سليمان ورث داؤد، وإنّ محمداً ورث سليمان"

سلیمان" ترجمہ: "امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ داود علیہ السلام علم انبیاء کے وارث ہوئے اور سلیمان علیہ السلام داود علیہ السلام کے وارث بنے اور محمد سلیمان علیہ السلام کے وارث بنے۔"

اس امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے فرمان نے اس آیت کی تفسیر بیان کر دی کہ اس میں وراثت علمی کا ذکر ہے نہ کہ وراثت مالی کا۔ اور واضح فرما دیا کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام داود علیہ السلام کے علم کے وارث ہے۔ اس روایت سے یہ مکمل ثابت ہو گیا کہ اس آیت کریمہ میں وراثت سے مراد وراثت علمی ہے۔ ثانیا: یہاں اگر میراث سے مالی مراد لی جائے تو کلام الہی کا لغویت پر مشتمل ہونا لازم آتا ہے کیونکہ یہ ظاہر ہے ہر بیٹا اپنے باپ کی میراث پاتا ہے، اور یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جسکو خصوصیت کے ساتھ بیان کیا جائے، ایسی صورت میں قرآن کا یہ خبر دینا کہ سلیمان داؤد کے وارث۔ہوئے بالکل لغو ہے اور کلام الہی لغویت سے پاک ہوتا ہے لہذا ماننا پڑے گا کہ اس آیت میں میراث علمی ہی مراد ہے۔

ثالثا: اس آیت کے ما قبل میں بھی دونوں نبیوں کو اللہ نے علم عطا کرنے کی خبر دی ملاحظہ فرمائیں۔

"و لقد أثينا داؤد و سليمن علما و قالا الحمد لله الذي فضلنا على كثير من عباده ١٥المؤمنين"

"اور بیشک ہم نے داؤد اور سلیمان کو بڑا علم عطا فرمایا اور دونوں نے کہا سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت بخشی۔

اور اب آیت کو سامنے رکھیں اور اندازہ لگائیں کہ اس میں اللہ نے فرمایا: کہ ہم نے سلیمان اور داؤد علیہما السلام کو علم عطا کیا تو انہوں نے شکرانے کے طور پر الحمد للہ کہا اور فرمایا کہ اللہ نے ہمیں بہت سے ایمان والوں پر فضیلت بخشی یعنی نبوت و علم کی وجہ سے۔ جب عطا علم کیا گیا اور فضیلت بھی علم کی وجہ سے ہوتی ہے تو پھر صاف واضح ہو

گیا کہ وراثت علمی تھی نہ کہ مالی۔ مزید وضاحت کیلئے پوری آیت ملاحظہ فرمائیں۔
"و ورث شلیمن داؤد و قال یایها النّاش علمنا منطق الطیر و أوتینا من کل شيء إن هذا لهو الفضل المبین"(١٦)

"سلیمان داؤد کا جانشین ہوا اور کہا اے لوگو ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی اور ہر چیز میں سے ہم کو عطا ہوا بیشک یہی ظاہر فضل ہے۔"

اب یہ پوری آیت ملاحظہ فرمائیں یعنی داؤد کے وارث سلیمان ہوئے اور پھر پرندوں کی بولی سکھائی گی اور ہر چیز میں سے ہم کو عطا ہو یعنی ملک و بدشاہت ہر شئے پر عطا کی گئی۔ اس آیت کا آخری حصہ قابل غور ہے - "اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ"

یعنی اس آیت میں سیدنا سلیمان علیہ السلام کے فضائل و مراتب کا اظہار کیا گیا۔

اگر اس سے مراد وراثت مالی ہو تو یہ کوئی فضیلت کی بات نہیں ہے، میراث تو آخر سبھی کو ملتی ہے اس میں حضرت سلیمان کی کیا خصوصیت ہے، اس لیے یہاں میراث سے مراد علمی میراث ہی ہے اور اسی بات کو قرآن نے مقام مدح میں بیان کر کے اس کا اظہار کیا ہے کہ حضرت داؤد کے 19 یا سترہ ؛بیٹوں میں سے یہ شرف صرف سیدنا سلیمان علیہ السلام ہی کو حاصل ہوا کہ وہ منصب نبوت پر فائز ہوئے اور انہوں نے اپنے والد داؤد کی میراث نبوت کو پا لیا یہ جواب بھی مکمل ہو گیا کہ اس آیت کے سیاق و سباق اور امام جعفر صادق کی تفسیر کے مطابق اس آیت میں میراث سے مراد میراث علمی ہے نہ کہ مالی.

اس پر مزید ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔ ملا باقر مجلسی اپنی کتاب "بحار الانوار" ج14ص66 پر لکھتا ہے کہ: "وورث سلیمان" ۔۔ "وقيل: وانه ورّثه علمه ونبوّة" یعنی" اور وارث ہوئے سلیمان اور اس بارے میں کہا گیا کہ: وہ وارث ہوئے علم اور نبوت کے"

اب ان تمام دلائل کے باوجود بھی اگر اس آیت کا مفہوم کوئی سمجھنا نہ چاہے تو پھر اسے یہ ضرور سمجھ لینا چاہیے کہ اسے خدا باری تعالی کی طرف ہدایت نصیب ہی نہیں۔

یہ تمام حوالہ جات کت شیعہ سے دیے صرف اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالی اس ہماری کاوش کو روافض کیلئے زریعہ ہدایت بنائے۔۔

اعتراض نمبر:3

"وَ اِنِّیۡ خِفۡتُ الۡمَوَالِیَ مِنۡ وَّرَآءِیۡ وَ کَانَتِ امۡرَاَتِیۡ عَاقِرًا فَھَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ ۵)یَّرِثُنِیۡ وَلِیًّا(وَ یَرِثُ مِنۡ اٰلِ یَعۡقُوۡبَ وَ اجۡعَلۡہُ رَبِّ ۶)"رَضِیًّا(

ترجمہ:{اور مجھے اپنے بعد اپنے قرابت والوں کا ڈر ہے اور میری عورت بانجھ ہے تو مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا دے ڈال جو میرا کام اٹھالے}۔{وہ میرا جانشین ہو اور اولادِ یعقوب کا وارث ہو اور اے میرے رب اسے پسندیدہ کر۔"}

یہ سورہ مریم کی آیات کریمہ بھی شیعہ انبیاء کی مالی وراثت ثابت کرنے کیلئے پیش کرتے ہیں ۔ اس میں بھی وراثت علم شریعت اور نبوت کا ذکر ہے مال کی وراثت ہرگز مراد نہیں اس کے دلائل یہ ہیں۔

اولا: انبیاء علیہم السلام کی نگاہ میں مال دنیا کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی بلکہ انبیاء تو علوم الٰہیہ اور احکام شریعہ سے سروکار رکھتے ہیں یہ تو دنیا دار لوگ ہیں جنکی نگاہ میں مال و دولت بڑی وقعت رکھتی ہے اس لیے دنیا دار چاہتے ہیں انکے مال اور جمع پونجی انکی اولاد کے کام آئے کسی دوسرے کے کام نہ آئے اگر دنیا دار کا مال اسکی اولاد کے علاوہ کسی دوسرے رشتہ دار کے پاس چلا جائے تو اسے بڑا رنج ہوتا ہے۔ مگر اللہ تعالی کے انبیاء کرام علیہم السلام کا یہ حال نہیں ہے وہ خود بھوکے رہتے ہیں اپنی اولاد اپنے اہل بیت کو بھوکا رکھتے ہیں دو دو ماہ انکے چولہوں میں دھواں نہیں ہوتا لیکن دنیاوی مال جس قدر آتا ہے وہ اللہ تعالی کی راہ میں تقسیم کر دیتے ہیں اور گھر کیلیے کچھ نہیں رکھتے لہذا ان مقدس ہستیوں پر اپنے آپکو قیاس نہ کرو یہ دلیل عقلی ہے۔ جو ہر صاحب عقل کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اس آیت میں علم شریعت کی وراثت مراد لیں اور دنیاوی مال کی وراثت مراد نہ لیں۔

ثانیا: اور اگر اس آیت کے ماقبل کو اور مابعد کو سوچ سمجھ کر دیکھ لیا جائے تو علمی میراث کے علاوہ کوئی معنی تصور میں نہیں آ سکتا، دیکھیے ما قبل یہ ارشاد ہوتا ہے کہ

{وَ اِنِّیۡ خِفۡتُ الۡمَوَالِیَ مِنۡ وَّرَآءِیۡ}

یعنی: "اور مجھے اپنے بعد اپنے قرابت والوں کا ڈر ہے" اب ذرا سوچیے کہ حضرت علیہ السلام کو کس بات کا ڈر ہے کہ رشتہ دارچونکہ بد اعمال ہیں وہ میرے مال کو برے کاموں میں خرچ کریں گے اور یہ معاملہ آپکو پسند نہیں اسکا تو آسان علاج تھا کہ سارا مال اللہ تعالی کی راہ میں خیرات کر دیتے، اور دوسری بات یہ کہ ازروئے

شریعت باریٰ تعالیٰ آپکے رشتہ دار آپکے مال کے وارث تھے اور یہ از روئے باری تعالیٰ انکا حق تھا تو اس میں گھبرانے کی کیا ضرورت تھی احکام الہیہ کے عمل کرنے میں انبیاء علیہ السلام تو نہیں گھبراتے لیکن دوسرا رخ دیکھا جائے تو آپکو اس بات کا ڈر تھا کہ میرے رشتہ دار میرے بعد علم شریعت کے پھیلانے میں اور دین اسلام کے پھیلانے میں کوتاہی کریں گے تو یہ اندیشہ واقعی صحیح ہے اور انبیاء علیہم السلام کی شان کے مطابق ہے اس صورت میں حضرت زکریہ علیہ السلام کی دعا میں بھی وراثت علم شریعت مراد ہو گی اگر کوئی یہاں پر وراثت مال مراد لینے کی کوشش کرے گا تو ما قبل آیت کے خلاف کرے گا جو نظم قرآن کو مضر ہے۔ اور اس آیت میں دعائے زکریہ کے ما بعد کو دیکھا جائے تو ارشاد ہوتا ہے:

"يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ-وَ اٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا"

یعنی "اے یحییٰ کتاب کو مضبوط تھام اور ہم نے اسے بچپن ہی میں نبوت دی"

یہ وہی مولود ہیں جن کیلئے حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تھی اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا اور یحیٰ علیہ السلام کو فرمایا اس کتاب کو قوت سے پکڑ لو اگر زکریا علیہ السلام کی مراد مال کی وراثت ہوتی تو اللہ تعالیٰ یحیٰ علیہ السلام کو حکم دیتے اے یحیٰ اس مال کو قوت سے پکڑ لو مگر ایسا نہیں لہذا اگر یہاں مال کی وراثت مراد لی جائے تو اس آیت کے ما بعد کے خلاف ہے، اور آگے فرمایا گیا کہ: "وَ اٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا" یعنی " ہم نے یحیٰ کو بچپن میں ہی نبوت عطا فرما دی" آیت کے اس حصہ سے بھی واضح ہو رہا ہے کہ دعائے زکریا میں جس وراثت کی طلب کی گئی ہے وہ نبوت و حکمت ہی تھی۔ ۔

اور دعائے زکریا جو یہ فرمایا گیا کہ: آل یعقوب کا وارث بنے۔ اگر بالفرض بقول شیعہ کے یہاں مراد وراثت ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آل یعقوب بنی اسرائیل ہزاروں لاکھوں آدمی موجود تھے ان سب کی مالی وراثت صرف زکریا علیہ السلام کے بیٹے کو کس طرح حاصل ہو سکتی تھی۔

اب ہم چند شیعہ علماء کے قرآن میں حکم وراثت کے حوالے سے چند اعتراضات نقل کے جوابات دیں گے۔

(1) شیعہ مجتہد ملا باقر مجلسی نے اس آیت پر اعتراض کیا ہے کہ لغت اور عرف میں جب مطلقاً وراثت کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مال کی وراثت ہی مراد ہوتی ہے

لہذا قرآن مجید کی اس آیت کریمہ کو بھی مال کی وراثت پر محمول کیا جائے گا اس کو علم پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے۔

(جواب) ملا باقر مجلسی کا یہ کہنا لغت اور اسلوب قرآن سے بے خبری کی وجہ سے ہے لغت میں ورث کا معنی انتقال اور بقاء ہے، امام راغب اصفہانی اپنی کتاب مفردات القرآن میں لکھتے ہیں کہ:

" والإِرْث: انتقال قنية إليك عن غيرك من غير عقد......وقال عليه الصلاة والسلام: اثبتوا» على مشاعركم فإنّكم على إِرْثِ أبيكم»أصله وبقيّته،"

ترجمہ: "کسی کی کمائی کا بغیر عقد کے تمھاری طرف منتقل ہونا وراثت ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے مشاعر پر ثابت قدم رہو کیونکہ تم اپنے باپ کی وراثت یعنی اس کی اصل اور بقیہ پر ہو۔" اب ہم قرآن مجید کی ایسی آیات پیش کرتے ہیں جن میں وارث کا معنی "مال کی وراثت" کسی حال میں نہیں ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے:

وَ» اِنَّا لَنَحۡنُ نُحۡیٖ وَ نُمِیۡتُ وَ نَحۡنُ الۡوٰرِثُوۡنَ»(الحجر۲۳)

ترجمہ:"اور بیشک ہم ہی جِلائیں اور ہم ہی ماریں اور ہم ہی باقی رہنے والے ہیں"

وَ» کُنَّا نَحۡنُ الۡوٰرِثِیۡنَ»(القصص۵۸)

ترجمہ:"اور انجام کار ہم ہی باقی رہنے والے ہیں"

مذکورالصدر آیات سے یہ واضح ہو گیا کہ قرآن میں لفظ وراثت صرف وراثت بالمال کے معنی میں ہی نہیں استعمال ہوا بلکہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں وراثت کا لفظ بقاء کیلیے استعمال ہوا ہے اس لیے وورث سلیمان داؤد اور یرثنی و یرث من آل یعقوب میں علم اور نبوت مراد لینا اسلوب قرآن کے عین مطابق ہے اور یہ دعوی غلط ہے کہ عرف اور لغت میں وراثت کا استعمال صرف وراثت بالمال میں ہوتا ہے۔

ثانیاً ملا باقر مجلسی یہ اعتراض کرتا ہے کہ حضرت اگر زکریا کہ دعا کا یہ مطلب تھا کہ مجھے ایسا فرزند عطا کر جو نبی ہو تو پھر یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ وجعلہ» رب «رضیًا اس کو ایک پسندیدہ شخص بنا کیونکہ ہر نبی اللہ کا پسندیدہ ہوتا ہے اس لیے یہاں وارث نبوت مراد نہیں بلکہ وراثت مال مراد ہے اور جو شخص مال کا وارث ہو گا تو ہو سکتا ہے کہ وہ مال کی وجہ سے کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے اس لیے فرما دیا کی کہ اسکو پسندیدہ شخص بنا۔

الجواب: ملا باقر مجلسی کا یہ کہنا غلط ہے کہ جب حضرت زکریا نے اپنے فرزند کیلیے نبوت

کی دعا کی تو پھر ان کے ذکر کے بعد بھی ان اوصاف کا ذکر تاکید اور توضیح کیلیے کیا جاتا ہے اس کی قرآن مجید میں بکثرت مثالیں ہیں، اللہ تعالی فرماتا ہے

"وَ بَشَّرۡنٰهُ بِاِسۡحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ"(الصّٰفٰت)۱۱۲

ترجمہ:" اور ہم نے(ابراھیم) کو اسحٰق کی بشارت دی، ایک نبی تھے صالحین میں سے" کیا اب یہ کہا جا سکتا ہے کہ نبی تو ہوتا ہی صالح ہے پھر نبی کے بعد صالحین کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ فرشتوں نے حضرت زکریا کو ندا کی:

"اَنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُکَ بِیَحۡیٰی مُصَدِّقًۢا بِکَلِمَۃٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ سَیِّدًا وَّ حَصُوۡرًا وَّ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ"(آل عمران۳۹)

ترجمہ:" اللہ آپکو یحیٰ کی خوشخبری دیتا ہے جو کلمۃ اللہ کے مصدق ہوں ، سردار ہوں گے، عورتوں سے بچنے والے ہوں گے، نبی ہوں گے صالحین میں سے" جب اللہ تعالی نے فرمادیا کہ حضرت یحیٰ نبی ہوں گے تو پھر یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ وہ صالحین میں سے ہوں گے؟ نبی تو ہوتا ہی صالح ہے ہے قرآن مجید میں اس قسم کی بہت سی مثالیں ہیں ہم نے صرف دو آیتوں پر اکتفاء کیا ہے۔ اور جب ملا باقر مجلسی کا یہ اعتراض دور ہو گیا تو "یرثنی" اور "یرث من آل یعقوب" میں وراثت سے مراد نبوت لینا بے غبار ہو گیا۔ اور " وورث سلیمان داؤد " میں بھی وراثت علم اور نبوت مراد لینے پر کوئی اشکال نہ رہا۔ وللہ الحمد۔

فدک کے دعوی ہبہ کا قرآن مجید کی روشنی میں ایک جائزہ!

ہم ابھی ابھی فدک میں وراثت نہ جاری ہونے پر قرآن مجید سے دلائل پیش کر چکے ہیں کہ علماء شیعہ نے اسکی تصریح کی ہے کہ فدک فیٔ ہے اور سورۂ حشر کی آیات سے ثابت ہے کہ جو چیز فیٔ ہو وہ کسی کی شخصی ملکیت نہیں ہوتی بلکہ وقف ہوتی ہے، لہٰذا فدک وقف قرار پایا اور جو چیز وقف ہو اسکو ہبہ کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لیے فدک کو ہبہ کرنے کا دعوی از روئے قرآن باطل قرار پایا۔شیعہ نے "وآت ذالقربٰی حقہ" سے فدک کو ہبہ کرنے پر استدلال کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس حکم پر عمل کرنے کے لیے فدک حضرت فاطمہ کو دے دیا،دعوی ہبہ کے بطلان کی دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ آیت سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ روم میں ہے اور یہ دونوں مکی سورتیں ہیں اور مکہ میں فدک کب تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے وہ حضرت

فاطمہ کو دے دیا ہو، مدینہ میں تشریف لانے کے سات سال بعد خیبر فتح ہوا ہے اور اس کے بعد صلح کے نتیجہ میں بغیر جنگ کے فدک حاصل ہوا، چنانچہ بعض محققین شیعہ نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ اس آیت سے فدک کو ہبہ کرنے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

لہٰذا شیعہ مفسر محمد حسین طباطبائی اپنی تفسیر المیزان ج13ص81 پر اسی آیت کی تفسیر میں لکھتا ہے کہ:

"وبالآية يظهرأن إيتاء ذى القربى والمسكين وابن السبيل مما شرع قبل الهجره لأنها آية مكية من سورة مكيه"

ترجمہ: " اس آیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رشتہ داروں ، مسکینوں، اور مسافروں کو دینا ہجرت سے پہلے مشروع ہو چکا تھا کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور یہ سورۃ مکیہ کا جز ہے"

شیخ طباطبائی نے دوسرے مفسروں کی طرح یہ نہیں لکھا کہ اس آیت کے نزول کے بعد اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا کہ کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک دے دو بلکہ اس کے برخلاف یہ لکھا ہے کہ یہ آیت مکی ہے اور مکی سورت کا جز ہے اور رشتہ داروں کے ساتھ صلح رحمی کرنے کا حکم مکہ میں مشروع ہو چکا تھا اب میرا تمام شیعہ ذریت سے یہ سوال ہے کہ یہ آیت تو تمھارے مفسر کے مطابق مکی ہے تو مکی دور میں فدک فتح بھی نہ ہوا تھا بلکہ وہ تو ہجرت مدینہ کے بعد تقریبا سات ہجری کے اواخر میں فتح ہوا، تو فدک فتح ہونے سے کم از کم سات سال پہلے حضور ﷺ نے فدک سیدہ کو کیسے عطا فرما دیا۔ اور یقینا اسکا کوئ جواب نہیں ہے اور ثابت ہوا کہ دعوی ہبہ فدک محض باطل ہے۔

دعوی ہبہ فدک کے بطلان کی از روئے قرآن تیسری وجہ یہ ہے کہ "وات ذالقربٰی" کا سیاق و سباق اس چیز کو ظاہر کرتا ہے کہ اس آیت میں بالخصوص رسول اللہ ﷺ کو خطاب ہی نہیں ہے بلکہ عام افراد امت سے خطاب ہے ملاحظہ کیجئے۔

"وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًاؕ-اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا ۲۳)وَكَرِیْمًا(اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ ۲۴)رَبُّكُمْ صَغِیْرًاؕ(اَعْلَمُ بِمَا فِیْ نُفُوْسِكُمْؕ-اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِیْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ ۲۵)وَغَفُوْرًا(اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا

۲۶)اِنَّ (الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ-وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ ۲۷)وَكَفُوْرًا(
اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاۗءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا ۲۸)وَمَّيْسُوْرًا(لَا
تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَ لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا
مَّحْسُوْرًا(نبی اسرائیل۲۹

ترجمہ: "اور آپکے رب نے جو فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو، اگر تمھارے والدین میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے میں رہیں تو انہیں اف تک نہ کہو، اور انکے سامنے نرمی اور رحم دلی کے ساتھ جھک کر رہو، اور یہ دعا کرو" اے پروردگار ان پر رحم فرما کیونکہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا تھا، تمھارا رب خوب جانتا ہے کہ تمھارے دلوں میں کیا ہے، اگر تم نیک چلنی اختیار کرو تو وہ توبہ کرنے اور رجوع کرنے والوں کو معاف فرمانے والا ہے، رشتہ داروں کو انکا حق دو اور مساکین اور مسافروں کو انکا حق دو، فضول خرچی نہ کرو، بلا شبہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا نافرمان ہے اگر تم ان (رشتہ داروں اور مسکینوں وغیرہ) سے اس وجہ سے اعراض کرو کہ ابھی تم اپنے رب کی اس رحمت کے منتظر ہو جس کی تمھیں امید ہے، تو انہیں نرمی سے جواب دو، نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے بندھا رکھو اور نہ اپنا ہاتھ بالکل کھلا چھوڑ دو کہ حسرت زدہ اور ملامت زدہ ہو کر بیٹھ جاؤ۔"

واٰت ذالقربٰی حقہ جن آیات کی سلک میں منسلک ہے انکے سیاق و سباق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ باقی آیات کی طرح اس آیت میں بھی عام انسان کو ہی خطاب ہے کہ وہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ نیک چلنی اختیار کرے، بے حد فراخی سے خرچ نہ کرے نہ بہت تنگی سے، کوئی انصاف پسند شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان آیات سے رسول اللہ
ﷺ کو خطاب کیا گیا ہے، کیونکہ جن امور سے بچنے کا حکم دیا گیا نبی تو پہلے ہی ان امور سے محفوظ ہوتے ہیں اور معصوم ہوتے ہیں اور جن امور کے کرنے کا حکم دیا گیا اس پر نبی پہلے سے ہی عامل ہوتا ہے پھر اتنی تاکید یقینا آقا کریم ﷺ کیلئے نہیں بلکہ امت کیلیے کی گئ۔ تو جب یہ ثابت ہوا کہ یہ تاکید امت کو ہے تو پھر اس پر ہبۂ فدک کا دعوی بھی باطل ثابت ہو گیا۔

فدک کو ہبہ کرنے کے دعوی کا میراث کے دعوی سے بطلان:

علماء شیعہ کی طرف سے جو یہ دعوی کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک ہبہ کر دیا تھا یہ دعوی اس وجہ سے بھی باطل ہے کہ خود علماء شیعہ کی تصریحات سے ثابت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فدک کو رسول ﷺ کی وراثت سے لینے کا مطالبہ کیا تھا اور وراثت اس مال میں جاری ہوتی ہے۔ جو کسی کو ہبہ نہ کیا گیا ہو ، لہذا مطالبہ میراث سے دعوی ہبہ بھی باطل ہو گیا۔

کیا زمانہ جہاد اور تنگی وعسرت کے دور میں سیدہ فاطمہ کو فدک کی جاگیر کا ہبہ کرنا متصور تھا۔؟

رسول اللہ ﷺ نے سات ہجری میں خیبر کو فتح کیا اور فدک اسکے بعد آپ کے قبضہ اور تصرف میں آیا، اس زمانہ میں اشاعتِ اسلام، مسلمانوں کی حفاظت، انکو کفار کے حملوں سے محفوظ رکھنے، ایلچیوں اور مہمانوں کے ٹھہرانے اور جہاد کی تیاری کیلیے مال و دولت کی سخت ضرورت تھی اور عام مسلمان سخت تنگی اور افلاس میں مبتلا تھے۔ خود رسول اللہ ﷺ کی یہ حالت تھی کہ کی کئی روز فاقے سے رہتے اور ضروری حاجات کو پورا کرنے کیلیۓ بھی مال نہ تھا۔ ان حالات میں عام مسلمانوں کی کفالت، اشاعت اسلام اور جہاد کی تیاری کیلیۓ مال و دولت کی سخت ضرورت تھی کہا جاتا ہے کہ فدک کی آمدنی چوبیس ہزار یا ستر ہزار دینار سالانہ تھی ، ان حالات میں کوئی ہوش مند یہ باور کر سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ستر ہزار دینار سالانہ آمدنی کی جاگیر آئے اور آپ وہ تمام جاگیر اپنی ایک بیٹی کو بخش دیں، اور نہ اشاعت اسلام کا خیال کریں نہ جہاد کے سازوسامان لینے کی فکر کریں نہ عام مسلمانوں کی ضروریات کا خیال کریں، ان سب کو نظر انداز کر کے یہ سارا مال و متاع اپنی بیٹی کو دے دیں! کیا رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور آپکا کردار ایسا تھا ؟ اس کے برعکس رسول اللہ ﷺ کا طریقہ مبارکہ یہ تھا کہ آپکے پاس جب مال غنیمت آتا تو آپ دوسرے ضرورت مند مسلمانوں کو اس مال سے دیتے اور اپنے اہل بیت کو صبر اور ایثار و قربانی کی تلقین کرتے حتی کہ ایک موقع پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے خدمت کیلیۓ ایک کنیز مانگی تو وہ بھی نہیں دی اور انکو تسبیح کرنے کی تلقین کی، اور اس بات کو شیعہ مجتہد ملا باقر مجلسی نے اپنی کتاب "جلاء العیون " مترجم ج1ص 187 پر نقل کیا ہے کہ :

" بسند معتبر جناب امیر سے روایت ہے۔ جنابِ فاطمہ حضرت رسول اللہ ﷺ کو محبوب ترین مردم تھیں اور اس قدر مشکیزے پانی کے اٹھائے کہ سینہ مبارک پر اثر ایذا ظاہر ہوا، اور اس قدر چکی پیسی کہ ہاتھ مجروح ہو گے اس قدر گھر میں جھاڑو دی کہ کپڑے گرد آلود ہو گے اور اس قدر کھانے پکائے اور آگ سلگائی کہ کپڑے سیاہ ہو گے لذا کثرتِ کاروبار جناب سیدہ رضی اللہ عنہا کو سخت تکلیف ہوئی، میں نے ایک روز کہا، اپنے پدر بزرگوار کے پاس جاؤ، اور عرض کرو کہ مجھے کام کاج کیلئے ایک کنیز مول لے دیجئے جناب فاطمہ رسول خدا ﷺ کے پاس گئیں لوگوں کا ہجوم دیکھا کہ حضرت ﷺ سے باتیں کر رہے ہیں۔اس وقت حیا مانع ہوئی کہ حضرت سے بات کریں، گھر میں لوٹ آئیں، جناب رسول خدا ﷺ نے خیال فرمایا اور جانا ، کہ فاطمہ کسی کام کو آئیں تھیں۔ دوسرے دن صبح کو حضرت ﷺ پاس آئے اور ہم دونوں ایک لحاف میں تھے دوسرا کپڑا نہ تھا کہ اوڑھ کر باہر آتے حضرت نے فرمایا: السلام علیکم، ہمیں شرم آئی کہ اس حالت میں حضرت کے سلام کا جواب دیں، دوسری مرتبہ حضرت نے سلام کیا اور ہم نے جواب حیا سے نہ دیا، تیسری مرتبہ حضرت ﷺ نے سلام کیا ہم ڈر گے اگر جواب نہ دیا تو حضرت واپس چلے جائیں گے اور عادت حضرت ﷺ کی یہی تھی۔ تین مرتبہ سلام کرتے اور اگر جواب نہ ملتا واپس تشریف لے جاتے۔ میں نے کہا وعلیک السلام یا رسول اللہ ﷺ تشریف لایئے پس حضرت تشریف لائے سرہانے بیٹھ گئے اور فرمایا: اے فاطمہ کل میرے پاس کیوں آئی تھیں، جب جواب سیدہ نے شرم کے مارے نہ دیا میں ڈرا اگر جواب نہ دوں گا تو حضرت ﷺ اٹھ جائیں گے اسوقت میں نے سر لحاف سے نکالا، اور مطلب جناب فاطمہ کا عرض کیا حضرت نے فرمایا کیا میں تم کو اس چیز کی خبر نہ دوں جو کہ کنیز سے تمھارے لیے بہتر ہو پس فرمایا، جب بسترِ خواب پر جاؤ 33 مرتبہ سبحان اللہ، 33 مرتبہ الحمد للہ، اور 34 مرتبہ اللہ اکبر کہو، اس وقت جناب فاطمہ نے لحاف سے منہ نکال کر تین مرتبہ فرمایا میں خدا اور رسول ﷺ سے راضی ہوں" یہ آئمہ شیعہ کی بیان کی ہوئی روایت ہے۔ اور اس روایت سے یہ معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ کیلئے مالِ دنیا پسند نہیں کرتے تھے اور جب رسول ﷺ نے جناب فاطمہ کو ایک کنیز تک نہیں دی تو کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے تمام مسلمانوں کی ضروریات، جہاد اور اشاعت اسلام کے تقاضوں کو یکسر نظر انداز کر کے ستر ہزار یا چوبیس ہزار کی سالانہ آمدنی کی جاگیر حضرت فاطمہ کو ہبہ کر دی

ہو۔ یاد رہے شیعہ روایات کے مطابق فدک کی آمدنی ایک لاکھ چوبیس ہزار دینار تھی اور ایک روایت میں صرف چوبیس ہزار دینار ہے۔ اب ہم آئمہ شیعہ کی بیان کردہ ایک اور روایت پیش کر رہے ہیں جس ۔ سے یہ ظاہر ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ کو حضرت فاطمہ کے پاس دنیاوی مال دیکھنا سخت ناپسند تھا، شیعہ مجتہد ملا باقر مجلسی اپنی اس کتاب ص 187-188 پہ نقل کرتا ہے کہ:

: مکارم الاخلاق میں بسند معتبر حضرت امام محمد باقر سے روایت ہے، جب جناب رسول خدا ﷺ سفر کا ارادہ فرماتے، سب سے آخر میں جناب فاطمہ کو رخصت کرتے اور انکے گھر سے متوجہ سفر ہوتے اور جب سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے جناب فاطمہ سے ملاقات کرتے۔جناب امیر نے کوئی چیز مال غنیمت میں کسی لڑائی میں پائی تھی اور وہ جناب سیدہ کو دے دی تھی جب جناب رسول خدا سفر میں گے جناب فاطمہ نے اس مال غنیمت سے دو چاندی کے کڑے بنوائے ہاتھ میں پہنے اور دروازہ پر کپڑا لیکر پردہ ڈالا جبکہ حضرت رسول ﷺ سفر سے واپس آئے اور داخل خانہ زہرا ہوئے جناب فاطمہ خوشی خوشی استقبال کو آئیں حضرت ﷺ نے جب کڑے اور پردہ دیکھا، تو لوٹ آئے اور مسجد میں جا کر بیٹھے، جناب سیدہ کو اس بات سے بہت رنج ہوا اور رو کر فرمانے لگیں اس سے پہلے کبھی حضرت نے ایسا نہیں کیا، پس جناب حسن اور جناب حسین کو بلایا اور پردہ کھول دیا۔ ایک صاحبزادے کو پردہ اور دوسرے کو کڑے دیئے اور فرمایا: ان کو میرے پدر بزرگوار کے پاس لے جاؤ اور میرا سلام کہوکہ بعد آپ کے تشریف لے جانے کے سوائے اس کے میں نے اور کوئی کام نہیں کیا۔ جو باعث آپ ﷺ کے غضب و غصہ ہو۔ آپ ان چیزوں کو جو چاہیں فرمائیں جب دونوں شہزادوں نے پیغام اپنی مادر بزرگوار کا پہنچایا، حضرت ﷺ نے دونوں فرزندوں کو گود میں لے لیا اور پیار کیا، دونوں کو اپنے زانوؤں پر بٹھایا پھر حکم دیا ، ان کڑوں کو توڑ کر فقرائے مہاجرین اہل صفہ کو کہ وہ لوگ مکان و منزل نہ رکھتے تھے بلا کر تقسیم کر دو اور پردہ بقدر تہبند کے ٹکڑے ٹکڑے کیا اور ان لوگوں جن کے پاس کپڑا ستر پوشی کو نہ تھا تقسیم فرما دیا بجائے لنگ باندھتے تھے اور وہ پردہ چونکہ عرض میں تھا سجدہ میں ستر عورت نہ کر سکتے تھے اس وجہ سے حضرت نے فرمایا: کہ نماز با جماعت میں مرد عورتوں سے سر پہلے اٹھائیں۔ حضرت ﷺ نے فرمایا: خدا فاطمہ پر رحمت نازل کرے اور اس کو اس کپڑے کے عوض جامہ ہائے بہشت پہنائے"

سوچیے جب رسول اللہ ﷺ کو حضرت فاطمہ کے پاس مال دنیا میں چاندی کے دو کڑوں اور پردے کی ایک چادر بھی دیکھنا گوارہ نہ تھا اور آپ کے پاس یہ مال دیکھ کر غصہ میں آئے اور ان سے ملے بغیر واپس چلے گئے تو کیسے تصور کیا جا سکتا ہے ؟ ہے کہ آپ نے مال دنیا میں ستر ہزار دنیار سالانہ آمدنی کی ارضی حضرت فاطمہ کو ہبہ کر دی ہو، اور جس زمانہ میں مسلمانوں کی غربت اور افلاس کا یہ عالم ہو کہ ان کو جہاد کیلیے سواریاں تک میسر نہ ہوں، وہ نان شبینہ کے محتاج ہوں اس وقت اللہ نے جو مال آپکو تیموں، مسکینوں، اور مسافروں پر خرچ کرنے کیلیے دیا آپ اس مال کو بجائے حاجتمندوں اور غرباء میں تقسیم کرنے کے وہ تمام مال اپنی بیٹی کو ہبہ کر دیں! کیا یہ عمل نبی کی سیرت کے مطابق ہے؟ ۔ خصوصا اس نبی کی جس نے عیش و عشرت سے زندگی بسر کرنے کے بجائے سادگی سے زندگی بسر کی ہو اوراپنی امت کواس کی تلقین بھی کی ہو، کیا یہ ممکن ہے کہ جو امت کو "و یؤثرون علی انفسھم" یعنی "اپنی ضروریات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں" کا وعظ کرتا ہو وہ عین تنگی اور عسرت کے زمانہ میں جب لوگوں کو جہاد کے لیے سواریاں میسر نہیں ایسے میں وہ عام مسلمانوں کی ساری ضروریات اور اشاعت دین کے تمام تقاضوں سے صرف نظر کر کے اتنی بڑی جاگیر اپنی بیٹی کو ہبہ کر دے۔

آخر ✓ دورِ رسالت تک مسلمانوں کی تنگی اور عسرت پر کتب شیعہ سے شواہد!

جس زمانہ میں فدک پر قبضہ ہوا اس زمانہ میں مسلمانوں کی تنگی اور عسرت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ سات ہجری میں فدک ملا اور دس ہجری میں حجۃ الوداع ہوا اور جب رسول اللہ ﷺ حج سے واپس تشریف لائے تو اس وقت بھی آپکے پاس غیر ملکی وفود کی ضیافت کیلیئے کچھ نہ تھا۔ چنانچہ شیعہ محدث یعقوب کلینی اپنی کتاب الاصول من الکافی (ج1 ص178 پر لکھتا ہے کہ:

"فلما رجع رسول الله ﷺ من حجة الوداع... فلما قدم المدينة أتته الأنصار فقالوا: يا رسول الله: إن الله جل ذكره قد أحسن إلينا وشرفنا بك وبنزولك بين ظهرا نينا، فقد فرح الله صديقنا وكبت عدونا، وقد يأتيك وفود، فلا تجد ما تعطيهم، فيشمت بك العدو، فتحب أن تأخذ ثلث أموالنا حتى إذا

قدم عليك وقد مكة وجدت ما تعطيهم، فلم يرد رسول الله ﷺ عليهم شيئا، وكان ينتظر ما يأتيه من ربه، فنزل جبرائيل وقال: قل لا اسئلكم عليه أجرا إلا المودة في القربى) (الشورى 23 ولم يقبل أموالهم"

ترجمہ: "جب رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع سے واپس شریف لائے۔۔۔۔۔۔اور مدینہ پہنچے تو آپ کے پاس انصار آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو ہم میں مبعوث فرما کر ہم پر بڑا احسان کیا اور آپ کی تشریف آوری سے ہم کو منور فرمایا: آپ کی وجہ سے اللہ تعالی نے ہمارے دوستوں کو خوش کیا اور ہمارے دشمنوں کو ذلیل کیا، آپ کے پاس باہر سے وفود آتے ہیں، اور آپ کے پاس اتنا بھی نہیں ہوتا کہ آپ ان کو کچھ عطا فرما دیں، اس سے آپ کے دشمن ہنستے ہیں، اس لیے ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ ہمارا ایک تہائی مال قبول فرمائیں تاکہ جب آپ کے پاس مکہ سے وفود آئیں تو آپ ان پر خرچ کر سکیں، رسول اللہ ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا، اور اپنے رب کی وحی کا انتظار کرتے رہے، پھر جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے " قل لا اسئلم علیہ اجرا الا المودۃ في القربى" اور آپ نے ان کے مال کو قبول نہیں فرمایا۔" اس روایت سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں اخیر زمانہ تک عسرت اور تنگی کا دور دورہ تھا حتی کہ آپ کے پاس مہمانوں اور وفود کی خاطر مدارات کیلئے بھی کچھ نہ تھا پھر کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ ایسی تنگی اور عسرت کے دور میں رسول اللہ ﷺ نے ستر ہزار دینار سالانہ آمدنی کی جاگیر اپنی بیٹی کو بخش دی ہو، تبلیغ اسلام اور مسلمانوں کی ضروریات کا کچھ خیال نہ کیا ہو۔

سیدہ فاطمہ کا غزوہ تبوک میں کوئی صدقہ نہ دینا فدک کو ہبہ کرنے کے خلاف ہے!

7سات ہجری میں فدک حاصل ہوا اور 9 ہجری میں غزوہ تبوک ہوا اس غزوہ میں مسلمان بہت تنگی اور عسرت میں مبتلا تھے حتی کہ جہاد میں شامل ہونے کیلئے مسلمانوں کے پاس سواریاں بھی نہ تھیں۔ اس موقع پر نبی ﷺ نے مسلمانوں کو جہاد میں مالی امداد فراہم کرنے پر برانگیختہ کیا اور صحابہ کرام نے بڑی فراخ دلی کے ساتھ اس جہاد میں مالی صدقات دیئے، اگر رسول اللہ ﷺ نے 7 ہجری میں حضرت فاطمہ کو فدک دے دیا تھا تو چاہیے تھا کہ دیگر صحابہ کی طرح سیدہ بھی غزوہ تبوک میں بیش بہا امداد

کرتیں جب سیدہ مال دنیاوی سے چاندی کے دو ٹکڑے اور ایک پردہ بھی اپنے پاس نہیں رکھتیں جو ہم گزشتہ صفحات میں کتب شیعہ سے نقل کر چکے، تو اس موقع پر تو وہ ستر ہزار دینار سالانہ کی مالک تھیں چاہیے یہ تھا کہ وہ غزوہ تبوک کی امداد کیلئے ہزاروں دینار صدقہ کرتیں لیکن افسوس کہ تواریخ شیعہ میں بھی اس موقع پر حضرات صحابہ کرام کے صدقات وخیرات کا بکثرت ذکر ہے، لیکن سیدہ پاک اور مولا علی رضی اللہ عنہما کی طرف سے غزوہ تبوک میں ایک دینار تک صدقہ کا ذکر نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ فدک کو ہبہ کرنے کا دعوی محض افسانہ اور داستان سرائی ہے اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے، ورنہ یہ ممکن نہ تھا کہ سیدہ پاک اتنی بڑی جاگیر کی مالک ہونے کے باوجود غزوہ تبوک کی مالی مہم میں کوئی حصہ نہ لیتی۔

اب ہم شیعہ مؤرخین کے حوالوں سے پہلے غزوہ تبوک میں مسلمانوں کی تنگی اور عسرت کا ذکر کریں گے اور پھر یہ بیان کریں گے کہ غزوہ تبوک میں در پیش مالی مہم میں حصہ لینے والے کون کون سے مسلمان تھے۔شیعہ مؤرخ شیخ احمد بن ابی یعقوب اپنی کتاب"التاریخ یعقوبی مترجم ج2ص-104105 میں لکھتا ہے کہ" رسول اللہ ﷺ بہت بڑی فوج کے ساتھ تبوک کی طرف روانہ ہوئے جو شام کے علاقے میں ہے اور آپ ﷺ نے قبائل و عشائر کی طرف ان سے مدد مانگنے اور انہیں جہاد کی رغبت دلانے کیلئے آدمی بھیجے اور رسول اللہ ﷺ نے مالداروں کو خرچ کرنے کی ترغیب دی تو انہوں نے بہت سے اخراجات کیے اور کمزوروں کو قوت دی اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہترین صدقہ غریب کی کوشش ہے۔ اور رونے والے آپکے پاس سواریاں مانگتے ہوئے آئے اور بنی عمرو بن عوف کا ھرمی بن عبد اللہ، سالم بن عمیر، عمرو بن الحمام، عبد الرحمن بن کعب اور صخر بن سلمان تھے آپ ﷺ نے فرمایا میں کوئی چیز نہیں پاتا جس پر تم کو سوار کراؤں۔"

ایک اور شیعہ مؤرخ مرزا محمد تقی اپنی کتاب ناسخ التوارخ میں اس غزوہ کے ذکر میں رسول اللہ ﷺ کی طلب پر صحابہ و صحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جو جو صدقات اس غزوہ کیلئے بارگاہ مصطفی ﷺ میں پیش کیے حتی کہ کسی نے دو کلو یا آدھا سیر کھجوریں بھی پیش کی ہیں تو انکا بھی میرزا محمد تقی نے ذکر کیا ہم اسکی مکمل عبارات تو نقل نہیں کریں گے لیکن وہ نام جو اس نے ذکر کئے وہ اختصار کے ساتھ نقل کرتے ہیں تاکہ بات آسانی سے سمجھ آ سکے۔

اس شیعہ مؤرخ نے حضرت عثمان کے حوالے سے لکھا کہ انہوں نے دو سو اونٹ اور آٹھ ہزار درہم پیش کیے، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا آدھا سامان پیش کیا، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سارا مال پیش فرما دیا، سیدنا عبد الرحمن بن عوف نے چالیس اوقیہ سونا پیش کیا، ایک روایت میں چار ہزار درہم بھی پیش کیے۔ عباس بن عبد المطلب، طلحہ بن عبید اللہ، سعد بن عبادہ، محمد بن مسلمہ ان میں سے ہر ایک نے ایک متاع پیش کی عاصم بن عدی انصاری نے لشکر کی تیاری کیلئے ایک سو وسق یعنی چوبیس ہزار کلو کھجوریں پیش کیں، ابو عقیل انصاری ایک صاع (چار کلو) یا نصف صاع (دو کلو) کھجور لے کر آئے اور کہا مجھے دو صاع اجرت ملی تھی آدھی اپنے اہل و عیال کیلئے رکھ لی اور آدھی لے کر حاضر ہوا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کھجوروں کو باقی کھجوروں کے اوپر رکھ دیا۔اور بھی بہت سے صحابہ و صحابیات کا اس شیعہ مؤرخ نے ذکر کیا اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان تمام لوگوں جنہوں نے غزوہ تبوک میں صدقات دیے، حتی کے جس نے دو کلو کھجوریں دیں انکا نام بھی ذکر کیا ہے۔اگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا غزوہ تبوک میں کوئ صدقہ دیتیں اور اس جہاد میں مسلمانوں کی مدد کرتیں تو وہ اس کا لازماً ذکر کرتا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ کسی شیعہ مؤرخ نے غزوہ تبوک میں سیدہ فاطمہ کی طرف سے مالی مدد کا ذکر نہیں کیا اور حضرت فاطمہ ایسی عابدہ، زاہدہ، اور راہ خدا میں فیاضی سے خرچ کرنے والی خاتونِ جنت سے یہ کسی طور متصور نہیں ہے کہ ان کے قبضہ اور تصرف میں دو سال سے فدک کی اتنی بڑی جاگیر ہو جس کی آمدنی بقول شیعہ علماء چوبیس ہزار یا ستر ہزار درہم سالانہ ہو اور وہ ایسی تنگی و عسرت کے وقت میں جب رسول اللہ ﷺ جہاد میں مالی مدد کی بار بار اپیل کر رہے ہوں اور اس تنگ دست لشکر کے تیار کرنے والوں کو جنت کی نوید سنا رہے ہوں، وہ اس لشکر کی مدد کیلئے ایک پائ بھی نہ دیں۔ یقینا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا دامن اس تہمت سے پاک ہے۔ اور فدک کو ہبہ کرنے کا دعوی محض داستان سرائ اور افسانہ ہے۔اور اسکا حقیقت سے کوئ تعلق نہیں، ورنہ سیدہ پر ایک بڑی مکروہ تہمت لازم آئے گی جو خاتون مال دنیاوی میں سے چاندی کے دو کڑے اور کپڑے کا ایک پردہ بھی اپنے پاس رکھنے کی روادار نہیں ہیں اور اسکوضرورت مندوں کیلئے تقسیم کر دیتی ہیں، ان سے یہ کب متصور ہے کہ اس آزمائش کے وقت میں جب ہر شخص پر کچھ نہ کچھ صدقہ دینے کی دھن سوار تھی ایسے میں سیدہ پاک کے پاس مفت میں ملی ہوئ فدک کی اتنی بڑی جاگیر ہو اور وہ اس میں سے راہ خدا میں ایک دانہ

بھی نہ دیں، وہ کریمہ بنت کریم ﷺ ہیں بخدا یہ ان سے متصور نہیں ہے اور یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فدک ہبہ کر دیا تھا اور اسکو انکے قبضہ و تصرف میں دے دیا تھا اور انہوں نے فدک پر اپنا وکیل مقرر کر دیا تھا محض ایک جھوٹ ہے، دروغ بے فروغ ہے اور سیدہ پاک رضی اللہ عنہا کی پاکیزہ سیرت پر ایک بدنما اور ناروا تہمت ہے۔

اہلسنت کی کتابوں سے سیدہ فاطمہ کو فدک کے ہبہ کرنے پر علماء شیعہ کا استدلال:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک کے ہبہ کرنے پر علماء شیعہ نے اس سے استدلال کیا کہ اہلسنت کی کتابوں میں بھی صحابی رسول ﷺ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ جب "وات ذالقربی حقہ" آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمہ کو فدک دے دیا۔

یہ روایت حافظ نورالدین الہیثمی نے مجمع الزوائد میں طبرانی کے حوالے سے ذکر کی ہے۔

"عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: لَمَّا» نَزَلَتْ {وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ} [الإسراء: ٢٦] دَعَا رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَاطِمَةَ، فَأَعْطَاهَا فَدَكَ»رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ، وَفِيهِ عَطِيَّةُ الْعَوْفِيُّ وَهُوَ ضَعِيفٌ مَتْرُوكٌ"{ج٧ص٤٩مكتبة الشامله}

ترجمہ:"ابو سعید بیان کرتے ہیں کہ جب آیت 'وات ذالقربی حقہ' نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ کو بلایا اور انکو فدک عطا فرمایا۔ اور اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند میں عطیہ عوفی ضعیف اور متروک ہے"۔

اس حدیث کو علامہ سیوطی نے اور حافظ الہیثمی نے امام بزار کی سند سے بھی روایت کیا ہے یہ حدیث کنز العمال اور معارج النبوہ میں بھی مذکور ہے۔

علماء شیعہ کے استدلال کا جواب شاہ عبد العزیز سے:

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ان روایات سے استدلال کے جواب میں لکھتے ہیں:" شیعہ علماء کا مکر یہ بھی ہے کہ تفاسیر اور سیر میں اہلسنت کی جو کتابیں ہیں قلیل الاستعمال ہیں اور چند شہرت نہیں رکھتیں اور نہ زیادہ دستیاب ہوتی ہیں ان میں وہ ایسی جھوٹی باتیں ملا دیتے ہیں جن سے شیعہ مذہب کا ثبوت ہو اور سنی مذہب کا بطلان ہو چنانچہ فدک ہبہ کا قصہ بعض تفاسیر میں شامل کر دیا ہے اور اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت

نازل ہوئی "وات ذالقربی حقہ" تو رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمہ کو بلوایا اور فدک دے دیا لیکن جھوٹے کا حافظہ کہاں ہوتا ہے انکو یہ یاد نہ رہا کہ یہ آیت مکی ہے اور مکہ میں فدک کہاں؟ پھر یہ بھی چاہیے کہ آپ مساکین اور ابن السبیل کو بھی کچھ وقف فرماتے تاکہ ساری آیت پر عمل ہوتا اس کے علاوہ اعطاھا فدک سے ہبہ و تملیک(ملک) ثابت نہیں ہوتی اس کی بجائے وھبھا(ھبہ کیا) کا لفظ گھڑنا چاہیے تھا۔

فدک کو ہبہ کیے جانے کے بارے میں پیش کردہ حدیث کی فنّی حیثیت:

اس حدیث کو حافظ الھیثمی نے امام بزار کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے ہم اس حدیث کو اس کی پوری سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں اس کے بعد ہر راوی کی فنّی حیثیت پر اسماء رجال کی مستند کتابوں سے بحث کریں گے، حافظ الھیثمی اپنی کتاب {کشف الأستار عن زوائد والبزار} میں لکھتے ہیں کہ:

"حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ يَعْقُوبَ، ثنا أَبُو يَحْيَى التَّيْمِيُّ، ثنا فُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوقٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ: {وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ} [الإسراء: ٢٦] دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ فَأَعْطَاهَا فَدَكَ."

ترجمہ:"امام بزار عباد بن یعقوب سے وہ یحیٰ تیمی سے، وہ فضیل بن مرزوق سے وہ عطیہ سے وہ ابو سعید سے روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت {وات ذالقربی حقہ} نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمہ کو بلایا اور فدک عطا کر دیا".

اس حدیث کے تمام راوی شیعہ ہیں آخری راوی جن کو ابو سعید لکھا ہے یہ محمد بن سائب کلبی ہے اس شخص نے دجل اور فریب کیلئے کئی کنیتیں اختیار کی تھیں ان میں سے ایک ابو سعید ہے شیعہ علماء نے یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ مشہور صحابی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں۔ چنانچہ تفسیر مجمع البیان اور دیگر کتب شیعہ میں لکھا ہے کہ ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی رسول اللہ ﷺ نے سیدہ پاک کو بلا کر فدک عطا کر دیا یہ روایت ابو سعید کلبی کی ہے ابو سعید خدری صحابی کی نہیں ہے کیونکہ عطیہ کی سیدنا ابو سعید خدری سے کوئی روایت نہیں ہے، اس کی روایت محمد بن سائب ابو سعید کلبی سے ہے، یہ اس سند کے مردود ہونے کا ایک اجمالی بیان ہے اب ہم تفصیل سے ہر ایک راوی پر مفصل گفتگو کرتے ہیں۔

عباد بن یعقوب:

اس حدیث کی سند کا پہلا راوی عباد بن یعقوب ہے، شیخ عبد الوہاب اس کے متعلق لکھتے ہیں: " کہ عباد بن یعقوب رواجنی متروک ہے، شیخ طوسی نے کہا ہے کہ یہ کبار روافض میں سے ہے اور منکر روایات بیان کرتا ہے"(کشف الاحوال فی نقد الرجال، بحوالہ شرح مسلم سعیدی ج5ص).433

امام ذھبی اپنی کتاب میزان الاعتدال فی نقد الرجال میں عباد بن یعقوب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

"عباد بن يعقوب الأسدي الرواجنى الكوفي، من غلاة الشيعة ورؤوس البدع،وروى عبدان الأهوازي عن الثقة أن عباد بن يعقوب كان يشتم السلف.وقال صالح جزرة: كان عباد ابن يعقوب يشتم عثمان، وسمعته يقول: الله أعدل من أن يدخل طلحة والزبير الجنة، قاتلا عليا بعد أن بايعاه.محمد بن جرير، سمعت عبادا يقول: من لم يتبرأ في صلاته كل يوم من أعداء آل محمد حشر معهم.قال ابن حبان: مات سنة خمسين ومائتين. كان داعية إلى الرفض، ومع ذلك / يروي المناكير عن المشاهير، فاستحق الترك.(ج٢ص٣٨٠مكتبة الشامله)

ترجمہ: عباد بن یعقوب اسدی رواجنی کوفی، انتہائی غالی شیعہ تھا اور اہل بدعت کا سرخیل تھا، عبدان اھوزی نے ثقاہت سے روایت کیا ہے کہ عباد بن یعقوب سلف کو گالیاں دیتا تھا، اور صالح جزرہ نے بیان کیا ہے کہ عباد بن یعقوب سیدنا عثمان کو گالیاں دیتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ اللہ تعالی اس سے کہیں عادل ہے کہ وہ طلحہ اور زبیر کو جنت میں داخل کرے جنھوں نے حضرت علی سے بیعت کرنے کے بعد ان سے جنگ کی، ابو نعیم نے حافظ محمد بن جریر سے روایت کیا ہے کہ میں نے عباد کو یہ کہتے ہوئے سنا جو شخص ہر روز نماز میں دشمن آل محمد پر تبرّا نہ کرے اسکا حشر انہیں کے ساتھ ہو گا، ابن حبان نے کہا یہ شخص 50ھ میں فوت ہو گیا، یہ رفض کی دعوت دیتا تھا اور اسکے باوجود مشاہیر سے منکر احادیث روایت کرتا تھا یہ راوی ترک کیے جانے کا مستحق ہے"۔

امام حجر عسقلانی عباد بن یعقوب کے بارے میں اپنی کتاب(تھذیب التھذیب) میں فرماتے ہیں۔

"أنه يشتم السلف قال ابن عدي وعباد فيه غلو في التشيع وروى أحاديث أنكرت عليه في الفضائل والمثالب وقال صالح بن محمد كان يشتم عثمان قال وسمعته يقول الله أعدل من أن يدخل طلحة والزبير الجنة لأنهما بايعا عليا ثم قاتلاه.. وقال القاسم بن زكريا المطرز وردت الكوفي فكتبت عن شيوخها كلهم غير عباد بن يعقوب فلما فرغت دخلت عليه وكان يمتحن من يسمع منه فقال لي من حفر البحر فقلت الله خلق البحر قال هو كذلك ولكن من حفره قلت يذكر الشيخ قال علي ثم قال من أجراه قلت الله مجري الأنهار ومنبع العيون قال هو كذلك ولكن من أجراه قلت يذكر الشيخ قال أجراه الحسين قال وكان مكفوفا ورأيت في بيته سيفا معلقا وجحفة فقلت لمن هذا قال أعددته لأقاتل به مع المهدي قال فلما فرغت من سماع ما أردت وعزمت على السفر دخلت عليه فسألني فقال من حفر البحر فقلت حفره معاوية وأجراه عمرو بن العاص ثم وثبت فجعل يصيح أدركوا الفاسق عدو الله فاقتلوه قال البخاري مات في شوال وقال محمد بن عبد الله الحضرمي في ذي القعدة سنة خمسين ومائتين قلت ذكر الخطيب أن بن خزيمة ترك الرواية عنه أخرا وقال إبراهيم بن أبي بكر بن أبي شيبة لولا رجلان من الشيعة ما صح لهم حديث عباد بن يعقوب وإبراهيم بن محمد بن ميمون قال الدارقطني شيعي صدوق وقال ابن حبان كان رافضيا داعية ومع ذلك يروي المناكير عن المشاهير فاستحق الترك روى عن شريك عن عاصم عن زر عن عبد الله مرفوعا إذا رأيتم معاوية على منبري فاقتلوه."(ج5ص-10مكتبة1091 الشامله)

ترجمہ: " یہ شخص سلف کو گالیاں دیتا تھا اور اس میں تشیع تھا، ابن عدی نے کہا عباد غالی شیعہ تھا اس نے فضائل اور مثالب میں منکر روایات بیان کی ہیں، صالح نے کہا یہ حضرت عثمان کو گالیاں دیتا تھا اور کہتا تھا اللہ اس سے کہیں عادل ہے کہ وہ طلحہ اور زبیر کو جنت میں داخل کرے، حالانکہ انہوں نے حضرت علی سے بیعت کرنے کے بعد جنگ کی۔ قاسم بن زکریا بیان کرتے ہیں کہ میں نے کوفہ کے مشائخ سے احادیث سنیں پھر میں عباد بن یعقوب کے پاس گیا تو وہ شاگردوں سے امتحان لے رہا تھا اس نے مجھ سے پوچھا سمندر کو کس نے کھودا؟ میں نے کہا اللہ نے، اس نے کہا ٹھیک ہے

لیکن اسکو کس نے کھودا ؟ میں نے کہا آپ بتاؤ اس نے کہا حضرت علی نے، اس نے پھر پوچھا سمندر کو کس نے جاری کیا؟ میں نے کہا: اللہ ہی دریاؤں کو جاری کرنے والا ہے، اس نے کہا یہ ٹھیک ہے لیکن کس نے جاری کیا؟ میں نے کہا: آپ بتائیں، اس نے کہا: حضرت حسین نے سمندر جاری کیا۔ اسکے گھر میں ایک تلوار لٹکی ہوئی تھی میں نے پوچھا یہ تلوار کس لیے ہے؟ اس نے کہا میں نے یہ تلوار مہدی کے ساتھ جہاد کے لیے تیار کی ہے، جب میں واپس جانے لگا تو اس نے مجھ سے پھر پوچھا کہ سمندر کو کس نے کھودا؟ میں نے کہا اس کو حضرت معاویہ نے کھودا اور حضرت عمرو بن العاص نے جاری کیا وہ اچھل پڑا اور چیخ چیخ کر کہنے لگا اس فاسق اور اللہ کے دشمن کو پکڑو اور قتل کر دو، خطیب نے ذکر کیا ہے کہ ابن خزیمہ نے اس سے آخر میں روایت لینے کو ترک کر دیا تھا ، ابن حبان نے کہا یہ رافضی تھا رفض کی دعوت دیتا تھا اور منکر احادیث کی روایت کرتا تھا۔ اس نے حضرت عبد اللہ بن مسعود کی طرف منسوب کر کے یہ مرفوعا روایت کیا ہے کہ جب تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اسے قتل کر دو"

برادران اسلام! آپ نے ملاحظہ فرمایا: کہ شیعہ جس روایت کو بطور ثبوت پیش کرتے ہیں اسکا پہلا راوی ہی انکے عقائد میں ان سے رشتہ داری رکھتا ہے۔ اب اصول تو یہ ہے کہ اگر روایت کا ایک راوی اس قدر بد مذہب اور گمراہ شخص ہو تو وہ روایت قابل استدلال نہیں رہتی لیکن پھر بھی ہم باقی راویان پر جرح کریں گے تاکہ روافض کو بھاگنے کا رستہ کہیں سے بھی نہ ملے۔

ابو یحیٰ تمیمی:

ابو یحیٰ تمیمی کے بارے میں امام حجر عسقلانی اپنی کتاب (تھذیب التھذیب) میں فرماتے ہیں کہ:

"إسماعيل" بن إبراهيم الأحول أبو يحيى التيمي الكوفي.قال أبو حاتم: "ضعيف الحديث" وسألت عنه ابن نمير فقال: "ضعيف جدا" وقال البخاري: "ضعفه بن نمير جدا" وقال الترمذي: "يضعف في الحديث" وقال النسائي: "ضعيف" وقال ابن عدي: "وليس فيما يرويه حديث منكر المتن ويكتب حديثه". قلت: وقال ابن المديني ومسلم والدارقطني: "ضعيف"وقال ابن حبان: "يخطىء حتى خرج عن حد الاحتجاج به إذا انفرد" وقال الحاكم أبو أحمد: "ليس بالقوي عندهم", وقال أبو داود: "شيعي."(ج1ص).(مكتبة281 الشامله)

ترجمہ:"اس کا نام اسماعیل بن ابراھیم الاحول ابو یحیٰ تیمی کوفی ہے، ابو حاتم نے کہا یہ ضعیف الحدیث ہے، ابن نمیر نے کہا: یہ بہت ضعیف ہے، امام بخاری نے کہا: اس کو ابن نمیر نے بہت ضعیف قرار دیا، امام ترمذی نے کہا یہ حدیث میں ضعیف ہے، امام نسائیؒ نے کہا: ضعیف ہے، ابن مدینی ، مسلم اور دار قطنی نے کہا ضعیف ہے، ابن حبان نے کہا یہ خطا کرتا تھا اور اس کی منفرد حدیث لائق استدلال نہیں، حاکم نے کہا: یہ قوی نہیں، اور ابو داؤد نے کہا یہ شیعی ہے۔"

فضیل بن مرزوق:

امام شمس الدین ذھبی اس کے بارے میں اپنی (میزان الاعتدال فی نقد الرجال) میں لکھتے ہیں کہ:

"فضيل بن مرزوق الكوفي.وقال النسائي: ضعيف، وكذا ضعفه عثمان بن سعيد..قلت: وكان معروفا بالتشيع من غير سب.وقال ابن حبان: منكر الحديث جدا، كان ممن يخطئ على الثقات، ويروي عن عطية الموضوعات،"قلت: عطية أضعف منه۔ وروى أحمد بن أبي خيثمة، عن ابن معين: ضعيف..(ج3ص62مكتبة3 الشامله)

ترجمہ:" امام ذھبی لکھتے ہیں کہ: فضیل بن مرزوق کوفی ہے، امام نسائیؒ نے کہا یہ ضعیف ہے اسی طرح عثمان بن سعید نے اسکو ضعیف قرار دیا، اور میں (یعنی حافظ ذھبی) کہتا ہوں کہ یہ تشیّع میں مشہور تھا، ابن حبان نے کہا یہ سخت منکر الحدیث تھا اور ثقات کی روایات بیان کرنے میں خطا کرتا تھا اور عطیّہ سے موضوع احادیث روایت کرتا تھا، میں (حافظ ذھبی) کہتا ہوں کہ عطیّہ اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔ ابن معین نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے۔"

امام حجر عسقلانی فضیل بن مرزوق کے بارے (تھذیب التھذیب)میں لکھتے ہیں کہ:

"فضيل" بن مرزوق الأغر٣ الرقاشي ويقال الرواسي الكوفي أبو عبد الرحمن مولى بني عنزة۔عن بن معين صالح الحديث إلا أنه شديد التشيع۔قال بن حبان في الثقات يخطىء وقال في الضعفاء كان يخطئ على الثقات ويروي عن عطيه الموضوعات۔" (ج8ص99شامله)2

ترجمہ:" فضیل بن مرزوق رقاشی کوفی، اسکی کنیت ابو عبد الرحمن ہے یہ بنی عنزہ کا مولی تھا، ابن معین سے روایت ہے کہ یہ حدیث کی صلاحیت رکھتا تھا مگر اس میں بہت شدید تشیع تھا، ابن حبان نے کہا یہ ثقات سے روایت کرنے میں خطا کرتا تھا اور عطیّہ سے موضوع(من گھڑت) احادیث روایت کرتا تھا۔"

نوٹ! یاد رھے یہ مذکورہ حدیث بھی اس نے عطیّہ سے روایت ہی ہے۔

عطیّہ:

امام ذھبی عطیہ کے بارے میں (میزان الاعتدال فی نقد الرجال میں فرماتے ہیں؛

"عطية بن سعد [د، ت، ق] العوفى [الكوفي] ٥)(تابعي شهير ضعيف.
عن ابن عباس، وأبي سعيد، وابن عمر.
وعنه مسعر، وقال سالم المرادي: كان عطية يتنشيع.وقال أحمد: بلغني أن عطية كان يأتي الكلبي فيأخذ عنه التفسير، وكان يكنى بأبي سعيد فيقول: قال أبو سعيد. قلت: يعنى يوهم أنه الخدري وقال النسائي وجماعة: ضعيف."

ترجمہ؛" اسکا نام عطیّہ بن سعد عوفی کوفی تھا یہ مشہور تابعی تھا، حضرت ابن عباس، ابو سعید اور ابن عمر سے احادیث روایت کرتا تھا، سالم مرادی نے کہا عطیہ تشیّع کرتا تھا، امام احمد نے کہا یہ حدیث میں ضعیف ہے، امام احمد کہتے ہیں یہ (ابو سعید) کلبی کے پاس جاتا اور اس سے تفسیر کی روایات لے کر ان کو ابو سعید کی روایت لکھ دیتا اور کہتا مجھ کو یہ حدیث ابو سعید نے بیان کی ہے اور سننے والوں کو یہ وہم ڈالتا کہ یہ حضرت ابو سعید خدری صحابي رسول ﷺ کی روایت ہے، امام نسائی نے کہا محدثین کی ایک جماعت نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

امام حجر عسقلانی (تھذیب التھذیب) میں عطیّہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

" عطية" بن سعد بن جنادة٢ العوفي الجدلي القيسي الكوفي أبو الحسن قال أحمد وذكر عطية العوفي فقال هو ضعيف الحديث ثم قال بلغني أن عطية كان يأتي الكلبي ويسأله عن التفسير وكان يكنيه بأبي سعيد فيقول قال أبو سعيد وكان هشيم يضعف حديث عطية قال أحمد وحدثنا أبو أحمد الزبيري سمعت الكلبي يقول كناني عطية أبو سعيد۔ وقال بن عدي وكان

يعد مع شيعة أهل الكوفة، وقال بن حبان في الضعفاء بعد أن حكى قصته مع الكلبي بلفظ مستغرب فقال سمع من أبي سعيد أحاديث فلما مات جعل يجالس الكلبي يحضر بصفته فإذا قال الكلبي قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كذا فيحفظه وكناه أبا سعيد ويروي عنه فإذا قيل له من حدثك بهذا فيقول حدثني أبو سعيد فيتوهمون أنه يريد أبا سعيد الخدري وإنما أراد الكلبي قال لا يحل كتب حديثه الا على التعجب، قال أبو بكر البزار كان يعده في التشيع روى عنه جلة الناس وقال الساجي ليس بحجة وكان يقدم عليا على سائر الصحابة،"

ترجمہ:" یہ عطیہ بن سعد عوفی جدلی کوفی ہے، اس کی کنیت ابو الحسن ہے۔ امام احمد نے عطیہ عوفی کا ذکر کر کے فرمایا: یہ ضعیف الحدیث ہے یہ کلبی کے پاس جاتا تھا اور اس سے تفسیر کے بارے میں پوچھتا تھا اس نے کلبی کی کنیت ابو سعید رکھ دی اور کہتا تھا کہ ابو سعید نے کہا ہے (زیر بحث روایت کو بھی عطیہ نے ابو سعید یعنی کلبی سے ہی روایت کیا ہے) ہیثم عطیہ کی حدیث کو ضعیف کہتے تھے۔ امام احمد کہتے تھے کہ میں نے ابو احمد زبیری سے سنا وہ کہتے تھے کہ کلبی نے کہا کہ عطیہ نے میرے کنیت ابو سعید رکھ دی ہے، ابن عدی نے کہا اس کا شمار کوفہ کے شیعوں میں ہوتا تھا، امام ابن حبان نے کہا کہ اس نے سیدنا ابو سعید خدری سے کچھ روایات سنی تھیں جب وہ فوت ہو گئے تو کلبی کے پاس بیٹھنے لگا اور جب کلبی یہ کہتا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمایا ہے تو یہ اس کو یاد کر لیتا اس نے کلبی کی کنیت ابو سعید رکھ دی اور ابو سعید کے نام سے روایت کرتا تھا، جب اس سے پوچھا جاتا تم کو یہ حدیث کس نے بیان کی تو یہ کہتا کہ ابو سعید نے لوگوں کو یہ وہم ہوتا کہ اس کی مراد ابو سعید خدری ہے، حالانکہ کلبی مراد لیتا تھا، اس کی حدیث لکھنا جائز نہیں ہے۔ ابو خالد نے بیان کیا کہ کلبی نے کہا عطیہ نے مجھ سے کہا میں نے تمھاری کنیت ابو سعید رکھ دی ہے میں کہتا ہوں حدثنا ابو سعید، امام ابو بکر بزار نے کہا عطیہ کا شمار شیعوں میں ہوتا تھا، امام ساجی نے کہا یہ حجت نہیں یہ حضرت علی کو تمام صحابہ پر مقدم رکھتا تھا"۔

ابو سعید:

امام عبد الرحمن ابن ابی حاتم رازی اپنی (کتاب الجرح والتعدیل) میں ابو سعید کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"محمد بنَ السائب الكلبى، سفيان الثوري قال قال لنا الكلبي ما حدثت عني عن أبي صالح عن ابن عباس فهو كذب فلا تروه، قرة بن خالد قال كانوا يرون ان الكلبى يزرف يعنى يكذب. قال لى مروان بن محمد تفسير الكلبى، عن يحيى بن معين أنه قال الكلبى ليس بشئ."{ج7ص71شاملہ}2

ترجمہ:"اس کا نام محمد بن سائب کلبی ہے، سفیان ثوری نے کہا کلبی حضرت ابن عباس سے جو تفسیر کی روایات بیان کرتا ہے وہ جھوٹ ہے اسکو روایت نہ کرو، قرۃ بن خالد نے کہا کلبی جھوٹ بولتا ہے ، مروان بن محمد نے کہا کلبی کی تفسیر باطل ہے یحیٰ بن معین نے کہا کلبی کی کچھ حیثیت نہیں"۔

امام ذہبی ابو سعید کلبی کے بارے میں (میزان الاعتدال) میں فرماتے ہیں:

محمد بن السائب [ت] الكلبي، أبو النضر الكوفي المفسر النسابة الاخباري. وقال سفيان: قال الكلبي: قال لي أبو صالح: انظر كل شئ رويت عنى عن ابن عباس فلا تروه. وقال ابن حبان: كان الكلبي سبائيا من أولئك الذين يقولون إن عليا لم يمت، وإنه راجع إلى الدنيا ويملؤها عدلا كما ملئت جورا، وإن رأوا سحابة قالوا أمير المؤمنين فيها. عن أبي عوانة، سمعت الكلبي يقول: كان جبرائيل يملى الوحى على النبي صلى الله عليه وسلم، فلما دخل النبي صلى الله عليه وسلم الخلاء جعل يملى على على. وقال أحمد بن زهير: قلت لاحمد بن حنبل: يحل النظر في تفسير الكلبي؟ قال: لا. وقال الجوزجاني وغيره: كذاب. وقال الدارقطني وجماعة: متروك. وقال ابن حبان: مذهبه في الدين ووضوح الكذب. ٥٥٨)(ج٣ص٥٥٩-

ترجمہ: "محمد بن سائب کلبی ابو النضر، یہ مفسر ، نسّاب اور مؤرخ ہے، ابو صالح نے کہا یہ جو احادیث ابن عباس سے روایت کرتا ہے انکو مت بیان کرو، سفیان کہتے ہیں مجھ سے کلبی نے کہا جب میں ابو صالح سے حدیث روایت کروں تو وہ جھوٹ ہے، ہزید بن زریع نے کہا کلبی سبائیؔ تھا(یعنی عبد اللہ بن سباء کی طرف منسوب تھا یہ شخص فرقہ شیعہ کا بانی تھا) کہ حضرت علی فوت نہیں ہوئے وہ دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور اسکو عدل سے بھر دیں گے، اور جب وہ بادل کو دیکھتا تو کہتا اس میں امیر المؤمنین ہیں، ابو عوانہ کہتے ہیں کہ کلبی نے کہا جبرائیل نبی ﷺ کو وحی لکھواتا تھا اور جب حضور بیت الخلاء

میں چلے جاتے تو پھر حضرت علی ابن حبان نے کہا کلبی سبائی تھا اور اسکا عقیدہ تھا کو وحی لکھواتا تھا، امام حمد بن حنبل نے کہا کہ کلبی کی تفسیر کو دیکھنا جائز نہیں ہے، جوزجانی نے کہا کلبی کذاب ہے، امام دار قطنی اور ایک جماعت نے کہا یہ متروک ہے، امام احمد بن حنبل نے کہا اسکا مذھب دین میں جھوٹ پھیلانا ہے۔"

امام حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس ابو سائب کلبی کے بارے میں(تھذیب التھذیب) میں فرماتے ہیں:

"محمد بن السائب بن بشر بن عمرو بن عبد الحارث بن عبد العزي الكلبي أبو النضر الكوفي النسابة المفسر، قال معتمر بن سليمان عن أبيه كان بالكوفة كذابان أحدهما الكلبي، قال ليث بن أبي سليم كان بالكوفة كذابان أحدهما الكلبي والآخر السدي، عن يحيى بن معين ليس بشيء، عن أبي عوانة سمعت الكلبي يتكلم بشيء من تكلم به كفر، فقال أبو جزء أشهد أن الكلبي كافر، يزيد بن زريع فقال سمعته يقول أشهد أنه كافر فقال ويقول سائب أنا سبائي أنا سبائي، قال العقيلي هم صنف من الرافضة أصحاب عبد الله بن سبأ، عن إبراهيم أنه قال لمحمد بن السائب ما دمت على هذا الرأي لا تقر بنا وكان مرجئا، وقال أبو حاتم الناس مجمعون على ترك حديثه، قال بن أبي حاتم هو الكلبي قال محمد بن عبد الله الحضرمي مات بالكوفة سنة ست وأربعين ومائة، وأبو صالح لم يسمع من بن عباس لا يحل الاحتجاج به وقال الساجي متروك الحديث وكان ضعيفا جدا لفرطه في التشيع، قال الحاكم أبو عبد الله روى عن أبي صالح أحاديث موضوعة، وتقدم في ترجمة عطية أنه كان يكنى الكلبي أبا سعيد ويروي عنه،"(ج9ص).181

ترجمہ:"محمد بن سائب بن بشر بن عمرو بن عبد الحارث بن عبد العزی کلبی ابو النفر کوفی نسّابۃ مفسر، معتمر بن سلیمان نے کہا کوفہ میں دو کذاب تھے ان میں سے ایک کلبی تھا، لیث بن ابی سلیم نے کہا کوفہ میں دو کذاب ہیں ان میں سے ایک کلبی اور دوسرا سدّی ہے، یحیٰ بن معین نے کہا اس کی کوئی حیثیت نہی، ابو عوانہ کہتے ہیں میں نے کلبی سے ایسی روایات سنی ہیں جنکا کہنا کفر ہے، ابو جزء نے کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ کلبی کافر ہے، تھا میں سبائی ہوں، میں سبائی ہوں، عقیلی نے کہا سبائی رافضیوں کا

ایک فرقہ ہے جو عبد اللہ بن سباء کا پیروکار ہے، ابراہیم نے محمد بن سائب سے کہا جب تک تم اس عقیدہ پر ہو ہمارے پاس نہ آنا اور یہ مرجیٔ تھا، ابو حاتم نے کہا اس کی احادیث کو ترک کرنے پر تمام لوگوں کا اجماع ہے، یہ شخص کوفہ میں142 ہجری میں فوت ہوا، ابو صالح نے کہا اسکی روایات سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے، ساجی نے کہا یہ متروک الحدیث ہے اور یہ چونکہ تشیّع میں بہت افراط کرتا تھا اس لیے یہ بہت ضعیف ہے، حاکم ابو عبد اللہ کہتے ہیں یہ ابو صالح سے موضوع روایت کرتا تھا، اور عطیہ کی سوانح میں گزر چکا ہے کہ اس نے کلبی کی کنیت ابو سعید رکھی تھی اور اس کنیت کے ساتھ اس سے احادیث روایت کرتا تھا". اسماء الرجال کی ان مستند کتابوں کی تصریحات سے یہ ظاہر ہو گیا کہ اس حدیث کے پانچوں راوی کوفہ کے کٹر شیعہ اور رافضی تھے، اور جھوٹی اور موضوع روایات بیان کرنے اور گھڑنے میں مشہور تھے اس لیے یہ روایت جھوٹی اور موضوع ہے اور امام بزار، امام طبرانی، علامہ سیوطی، علامہ ملا علی قاری اور ملا معین کاشفی نے اپنے کتابوں میں احادیث صحیحہ درج کرنے کا التزام نہیں کیا ہے، ان لوگوں کو جس قسم کی سند سے بھی حدیث مل جائے یہ اپنی کتابوں میں درج کر دیتے تھے، اور حدیث کے مقبول یا مردود ہونے کا معاملہ اس کی سند پر موقوف ہے، اس لیے صرف بعض اہلسنت کی کتابوں میں اس روایت کی مندرج ہونے سے اسکا مقبول ہونا لازم نہیں آتا اور شاہ عبد العزیز کا یہ کہنا بھی بعید نہیں ہے کہ شیعہ علماء نے ان کتابوں میں یہ احادیث درج کر دی ہیں، نیز اس حدیث کو حضرت ابو سعید خدری کی طرف شیعہ علماء کا منسوب کرنا خالص تلبیس اور جھوٹ ہے، یہ شخص ابو سعید کلبی ہے جیسا کہ میزان الاعتدال اور تہذیب التہذیب کے حوالوں سے واضح ہو چکا ہے،

یہ اس روایت پر سند کے لحاظ سے بحث تھی، اور یہ روایت متن کے لحاظ سے اس لیے مردود ہے کہ حضرت فاطمہ کا میراث میں فدک مانگنا اس پر دلیل ہے کہ وہ آپ کو ہبہ نہیں کیا گیا تھا نیز رسول اللہ ﷺ کا سیدہ فاطمہ کیلئے مال دنیا کو پسند نہ فرمانا، اور فدک پر قبضہ کے بعد راہ خدا میں امداد کے موقع پر سیدہ فاطمہ کا راہ خدا میں کسی چیز کو نہ دینا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ رسول ﷺ نے آپ کو فدک نہیں دیا تھا جیسا کہ ہم شروع میں وضاحت سے بیان کر چکے۔

باغ فدک سے محرومی پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خلیفہ وقت سے ناراضگی کی تحقیق:

مسئلہ فدک میں ایک بات خاص طور پر توجہ طلب ہے، وہ یہ کہ فدک سے محرومی کی وجہ سے سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا اس وقت کے خلیفہ وقت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئیں تھیں، ناراضگی کی یہ کہانی اہلسنت و جماعت کی کسی معتبر کتاب سے ان الفاظ کے ساتھ صراحۃً ثابت نہیں کی جا سکتی۔ کہ سیدہ نے خود فرمایا ہو۔" کہ میرا حق غصب ہوا لہذا میں ابو بکر سے سخت ناراض ہوں، انہوں نے مجھ پر زیادتی کی اس لیے میں ان سے کبھی بھی بات چیت نہ کروں گی"۔

اس بارے میں ہمارا یہ شیعہ ذریت کو چیلنج ہے کہ کوئی شخص اہلسنت وجماعت کی کسی معتبر کتاب سے اس قسم کا ثبوت پیش نہیں کر سکتا۔ ہاں جو الفاظ پیش کیے جا سکتے ہیں وہ یہ ہیں۔ " فَغَضِبَتْ فَاطِمَۃَ فَھَجَرَتْ اَبَابَکْرٍ"

یعنی فاطمہ رضی اللہ عنہا غصہ ہو گئیں، اور ابو بکر سے گفتگو ترک کر دی، اس سے زیادہ کوئی حوالہ پیش نہیں کیا جا سکتا۔

آیئے ان الفاظ کے بارے میں تحقیق کریں کہ کیا ان الفاظ سے واقعی سیدہ کی ابو بکر سے ناراضگی ثابت ہوئی یا نہیں، اور عمر بھر کے لیے انہوں نے ابو بکر صدیق سے گفتگو کرنا بند کر دی، سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ الفاظ راوئ روایت کے خیال کی ترجمانی تو کر سکتے ہیں، سیدہ خاتون جنت کا ارشاد نہیں بن سکتے، یعنی اس روایت کے راوی نے اپنا خیال ظاہر کیا۔ کہ میرے خیال میں سیدہ فاطمہ نے ابو بکر سے قطع تعلق کیا۔ حالانکہ ناراضگی ایک ایسا فعل ہے جسکا تعلق قلب انسانی سے ہوتا ہے، جب تک متکلم اپنی ناراضگی اور خوشی وغیرہ افعال قلبیہ کا خود اظہار نہ کرے دوسرے کو اس کا علم نہیں ہو سکتا، ہاں بعض دفعہ قرائن و حالات سے ان امور کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، لیکن حالات و قرائن سے لگایا ہوا اندازہ غلط بھی ہو سکتا ہے۔ چاہے وہ اندازہ لگانے والا معصوم ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت موسی علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلالم کا واقعہ ہمارے سامنے ہے جب جناب خضر علیہ السلام نے کشتی کو ناکارہ بنا دیا تو تو حضرت موسی نے حالات و قرائن سے یہ معلوم کیا کہ کشتی اس لیے توڑی گئ ہے تاکہ اس کے اندر سوار لوگوں کو ڈبویا جائے، گویا ان کی رائے میں خضر علیہ السلام کے فعل کا مقصد

یہی آیا، لیکن یہ اندازہ درست نہ تھا، بلکہ جو ارادہ تھا۔ اسے سیدنا حضر علیہ السلام ہی جانتے تھے۔ کیونکہ اس کا تعلق افعال قلبیہ سے تھا پھر وقت آنے پر آپ نے ارادہ بتلا دیا، نے میرے ہدایت پر پوری طرح عمل نہی کیا اور لوگ ان کی سستی یا کاہلی سے ناجائز فائدہ اٹھانے میں کامیاب ہو گئے خدا وحدہ لا شریک کے ساتھ بچھڑے کو شریک بنا لیا اور اسکی پرستش شروع کر دی حتیٰ کہ اتنا غصہ آیا کہ سیدنا موسی علیہ السلام نے سیدنا ھارون علیہ السلام کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ کر جھنجھوڑا، لیکن یہ اندازہ درست نہ تھا، اور سیدنا ھارون علیہ السلام سے کوتاہی اور سستی واقع نہ ہوئی تھی اور حضرت ہارون علیہ السلام بالکل بے قصور تھے، ان دو قرآنی واقعات سے معلوم ہوا کہ کسی قلبی فعل کے لیے حالات و قرائن راہنما تو بن سکتے ہیں لیکن اس کی حقیقت کی وضاحت اسی وقت درست اور یقینی ہو سکتی ہے، جب کہ متکلم اور فاعل خود اس قلبی فعل کی حالت کا اظہار کرے،

نوٹ: یاد رہے بعض واقعات اور حالات کو راوی اپنے قیاس کے مطابق صحیح سمجھ کر بیان کر دیتا ہے لیکن اس کا وہ قیاس درست نہیں ہوتا بلکہ محض ایک تاثر تھا جو اس نے بیان کر دیا حقیقت کچھ اور ہوتی ہے، تاریخ میں اس قسم کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں بلکہ حدیث پاک میں خود حضور ﷺ کے متعلق ایسے واقعات موجود ہیں ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔

ایک دفعہ حضور ﷺ ازواج مطہرات سے الگ ہو کر چند روز بالا خانہ میں قیام پذیر ہو گئے تو آپکے اس رویہ سے کچھ لوگوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے جب یہ خبر اڑتی اڑتی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی تو سیدنا عمر مسجد میں تشریف لائے جہاں بیٹھے ہوئے لوگوں میں آپس میں یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ حضور ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے، سیدنا عمر نے اس بات کی تفتیش و تحقیق کے لیے بالاخانہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور اس بارے میں دریافت کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: طلاق کوئی نہیں دی وہ سب میرے نکاح میں ہی ہیں۔

تو جس طرح حضور ﷺ کی خلوت نشینی اور علیحدگی سے کچھ لوگوں نے یہ قیاس و اندازہ لگایا کہ آپ نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے حالانکہ ایسا قطعًا نہ ہوا تھا، اسی طرح اس روایت کے راوی نے جب اپنے شیخ اور استاد سے "لم تتکلم" کے

الفاظ سنے تو اس نے یہ قیاس کر لیا کہ یہ الفاظ سیدہ کی حالتِ غضب کی طرف اشارہ کرتے ہیں لہذا اس قیاس کے مطابق غلط فہمی سے غضبت کی طرف اشارہ کرتے ہیں، لہذا اس قیاس کے مطابق غلط فہمی سے غضبت کا لفظ زیادہ کر دیا اور ایک دوسرے سے یہی نقل ہوتا رہا۔

حالانکہ لم تتکلم کا مقصد یہ نہ تھا، کہ سیدہ غصہ ہو گئیں، اور غصہ میں آ کر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کلام نہ کیا، اور واپس گھر آ گئیں بلکہ اس کا مقصد یہ تھا کہ جب سیدہ خاتون جنت کو فدک کے بارے میں تسلی ہو گیٔ اور انہیں اس کا علم ہو گیا کہ اس میں بقول رسول خدا ﷺ وراثت نہیں چلتی، اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے اس بارے میں وہی عمل و طریقہ رکھا ہے ، جو خود حضور ﷺ کی حیات میں تھا، تو اس تسلی و تشفی کے بعد انہوں نے اس معاملہ مزید گفتگو نہ کی۔

یہ مفہوم جو لفظ "لم تتکلم" کا ابھی بیان ہوا اس کے مطابق ہم صرف اتنا کہ سکتے ہیں کہ راوی کو غلط فہمی ہوئ کہ جس سے اس نے ان الفاظ سے ناراضگی سمجھی لہذا اس غلط فہمی کی بنا پر راوی کے عدل و ثقاہت اور عدالت میں کوئ شک نہیں ہو سکتا۔

تو جس طرح پچھلے دو واقعات قرآنی میں ہم ذکر چکے ہیں کہ حالات و واقعات سے غلط قیاس ہوا تھا اور اس کی تصحیح اس طرح ہوئ کہ خود فاعل نے اپنے فعل کی وضاحت کر دی کہ اس فعل میں میری کیفیت قلبی کیا تھی؟ تو اسی طرح جب تک سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زبان اقدس سے صراحتًہ یہ معلوم نہ ہو کہ آپ نے اپنی قلبی کیفیت یعنی غصہ کا خود اقرار کیا، اور اسکا زبان سے اظہار کیا اس وقت تک یہ کس طرح یقین کیا جا سکتا ہے کہ حدیث رسول ﷺ سن کر حضرت خاتون جنت ناراض ہو گئیں تھیں بلکہ اس وقت یہی کہا جائے گا کہ راوی نے اپنے اندازے اور قیاس سے اس عبارت سے "غصہ ہونا" سمجھا، حالانکہ ایسا نہ تھا۔ اور نہ ہی اہسا واقعہ تھا۔ "لم تتکلم" کے الفاظ اپنے شیخ اور استاد سے سنے اور ان سے ناراضگی کا مفہوم مراد لے کر "غضبت" کا اپنی طرف سے اضافہ کر دیا، لہذا ایک اعتبار سے یہ روایت بالمعنی ہوئ۔ یہ مسلمہ بات ہے کہ روایت بالمعنی میں غلط فہمی ہو سکتی ہے، کیونکہ متکلم کے الفاظ سے جو معنی سامع مخاطب کے ذہن میں آیا اس نے سمجھا کہ متکلم کے اپنے کلام سے مراد بھی یہی ہو گی حالانکہ بعض دفعہ سمجھا اور جاتا ہے اور مراد متکلم کچھ اور ہی ہوتی ہے۔

غَضِبَتْ فَاطِمَۃُ" والی روایت، روایت بالمعنیٰ ہے اسکے دلائل!

ہم جب مختلف کتب احادیث کو اٹھاتے ہیں۔ اور ان میں "روایت فدک" پڑھتے ہیں، تو اس روایت کو ہم تین صحابہ سے مروی پاتے ہیں وہ تین یہ ہیں حضرت ابو ہریرہ، ابو طفیل اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم۔

جہاں تک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں روایت ہے۔ اس میں سرے سے "غَضِبَتْ فَاطِمَۃُ" کے الفاظ ہیں ہی نہیں۔

تیسری راویہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت بذریعہ "زہری" ہے۔ اور امام زہری کے بہت سے شاگردوں میں سے بعض نے ناراضگی کا ذکر کیا۔ اور بعض نے سرے سے اسکا نام تک نہ لیا، جن بعض نے یہ الفاظ ذکر کیے، انہوں نے بھی بعض مواضع پر انکا ترک کیا ہے۔ اور جہاں جہاں ناراضگی کا ذکر آیا ہے ان میں سے کسی جگہ ناراضگی خود سیدہ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کے طور پر بیان نہیں کی گئ۔ تاکہ ان کی وجہ سے سیدہ کا غضب ناک اور ناراض ہونا ثابت ہو سکے۔

ہم مزید اطمینان کے لیے ان تین صحابہ کرام سے مروی روایت کے مکمل الفاظ نقل کرتے ہیں جن میں کوئی قطع برید نہ ہو گی تاکہ آپ خود پڑھ کر اطمینان حاصل کر سکیں کہ یہ روایت روایت بالمعنیٰ ہے اور روایت بالمعنیٰ میں راوی کو غلطی ہو سکتی ہے جس کی بنا پر راوی نے "لم تتکلم" سے ناراضگی سمجھ کر اسے بیان کر دیا اور بعد میں آنے والوں نے اسی رسم کو باقی رکھا۔

روایت ابو طفیل رضی اللہ عنہ:

"عن أبي الطفيل قال: لما قبض رسول الله - صلى الله عليه وسلم - أرسلت فاطمة إلى أبي بكر: أنت ورثت رسول الله - صلى الله عليه وسلم - أم أهله؟ قال: فقال: لا، بل أهله، قالت: فأين سهم رسول الله - صلى الله عليه وسلم -؟ قال: فقال أبو بكر: إني سمعت رسول الله - صلى الله عليه وسلم - يقول: "إن الله عز وجل إذا أطعم نبيًا طعمة ثم قبضه جعله للذي يقوم من بعده"، فرأيت أن أرده على المسلمين، فقالت: فأنت وما سمعت من رسول الله - صلى الله عليه وسلم"(مسند احمدج1ص172 شاملہ)

ترجمہ: "ابو طفیل روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے انتقال فرمایا، تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کسی کو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تاکہ دریافت کرے کہ رسول اللہ ﷺ کے تم وارث ہو یا آپکے اہل؟ سیدنا ابو بکر نے جواب دیا، نہیں بلکہ آپکے اہل آپ کے وارث ہیں۔ سیدہ فاطمہ نے دریافت کیا تو پھر حضور ﷺ کی میراث کہاں گئی؟ سیدنا ابو بکر کہنے لگے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے جب کسی پیغمبر کو میں کوئی چیز عطا کرتا ہوں پھر وہ پیغمبر فوت ہو جاتا ہے، تو وہ چیز اس کے بعد بننے والے خلیفہ کی حفاظت میں ہوتی ہے لہذا میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اس (باغ فدک) کو مسلمانوں پر خرچ کروں جن پر رسول ﷺ خرچ کرتے تھے تو اس پر سیدہ فاطمہ نے فرمایا، کہ میں نے حضور ﷺ سے یہ بات نہیں سنی"۔

روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عِنْدَ التِّرْمِذِيِّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَتْ مَنْ يَرِثُكَ قَالَ أَهْلِي وَوَلَدِي قَالَتْ فَمَا لِي لَا أَرِثُ أَبِي قَالَ أَبُو بَكْرٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا نُورَثُ وَلَكِنِّي أَعُولُ مَنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُولُهُ" (فتح الباری، ج6 ص02شاملہ).2

ترجمہ:" ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا (حضور ﷺ کے وصال کے بعد) ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائیں اور پوچھا تمھارا(مرنے کے بعد) کون وارث ہو گا؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری اولاد اور میرے اہل! تو جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا میں اپنے والد کی وارث کیوں نہیں؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: ہم وراثت نہیں چھوڑتے لیکن میں ہر اس آدمی کی کفالت کروں گا جس کی رسول اللہ ﷺ کفالت فرماتے رہے"

یہ دو روایات جو ہم نقل کر چکے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں جن میں سیدہ پاک کی ناراضگی کا قطعاً کوئی پہلو نہیں ہے۔ اب ہم وہ روایت روایات نقل کرنے والے ہیں جو امام زہری کے شاگردوں نے ان سے روایت کی ہیں جو کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایات ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

روایت صَالح عن الزھری: {یہ صالح امام زھری کا شاگرد ہے اس نے امام زہری سے یہ روایت سن کر آگے روایت کی۔}

"حَدَّثَنَا عَبْدُ العَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ أُمَّ المُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ، أَنَّ فَاطِمَةَ - عَلَيْهَا السَّلاَمُ - ابْنَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، سَأَلَتْ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ يَقْسِمَ لَهَا مِيرَاثَهَا، مِمَّا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْهِ، فَقَالَ لَهَا أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لاَ» نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ»، فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَهَجَرَتْ أَبَا بَكْرٍ، فَلَمْ تَزَلْ مُهَاجِرَتَهُ حَتَّى تُوُفِّيَتْ، وَعَاشَتْ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ أَشْهُرٍ، قَالَتْ: وَكَانَتْ فَاطِمَةُ تَسْأَلُ أَبَا بَكْرٍ نَصِيبَهَا مِمَّا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَيْبَرَ، وَفَدَكٍ، وَصَدَقَتَهُ بِالْمَدِينَةِ، فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ عَلَيْهَا ذَلِكَ، وَقَالَ: لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا، كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمَلُ بِهِ إِلَّا عَمِلْتُ بِهِ، فَإِنِّي أَخْشَى إِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهِ أَنْ أَزِيغَ فَأَمَّا صَدَقَتُهُ بِالْمَدِينَةِ فَدَفَعَهَا عُمَرُ إِلَى عَلِيٍّ، وَعَبَّاسٍ، وَأَمَّا خَيْبَرُ، وَفَدَكُ، فَأَمْسَكَهَا عُمَرُ، وَقَالَ: هُمَا صَدَقَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَتَا لِحُقُوقِهِ الَّتِي تَعْرُوهُ وَنَوَائِبِهِ، وَأَمْرُهُمَا إِلَى مَنْ وَلِيَ الأَمْرَ، قَالَ: فَهُمَا عَلَى ذَلِكَ إِلَى اليَوْمِ، (بخاری ج4 ص79 شاملہ)

ترجمہ:" حضرت عبد العزیز بن عبد اللہ، ابراھیم بن سعد سے اور یہ صالح سے صالح نے ابن شہاب زھری سے روایت کی کہ، عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مجھے بتایا، کہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی دختر نیک اختر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کی میراث کے بارے میں دریافت کیا، جو اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو بطور "فئے" دی تھی، تو انہیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہمارے مال میں میراث جاری نہیں ہوتی، ہم جو کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں، وہ صدقہ ہوتا ہے تو اس پر رسول خدا ﷺ کی بیٹی غصہ میں آ گئیں، اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے قطع کلامی کر لی اور یہ قطع کلامی ان کی مدت عمر تک رہی حضور ﷺ کی رحلت

کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا صرف چھ ماہ زندہ رہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اس متروکہ مال کا حصہ بھی مانگتی تھیں۔ جو خیبر، فدک اور اس مال کا جو مدینہ میں تھا۔ لیکن ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا، اور فرمایا کہ ان اشیاء میں جس طرح حضور ﷺ تصرف فرمایا کرتے تھے، میں بھی اسی طرح تصرف کروں گا، کیونکہ میں ڈرتا ہوں، کہ اگر آپ ﷺ کے طریقہ تصرف میں کچھ بھی کمی بیشی کی تو گمراہ ہو جاوں گا، لیکن آپ ﷺ کا جو وقف مدینہ میں تھا، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی اور عباس رضی اللہ عنہما کو دے دیا اور خیبر و فدک اپنے قبضہ میں رکھا تھا اور کہا تھا کہ حضور ﷺ کا وقف تھا جسے آپ نے ان ضروریات اور حاجات کے لیے رکھا ہوا تھا، جو گاہے بگاہے پیش آئی تھیں، آپ ﷺ کے بعد اب ان کا اختیار و تصرف خلیفہ کو ہے، راوی کہتا ہے کہ آج تک وہ اسی طرح ہیں۔"

روایت شعیب عن زھری: {یہ شعیب امام زہری کے دوسرے شاگرد ہیں جنھوں نے امام زہری سے یہ روایت کی}

" حَدَّثَنَا أَبُو اليَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ فَاطِمَةَ، عَلَيْهَا السَّلاَمُ، أَرْسَلَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَطْلُبُ صَدَقَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي بِالْمَدِينَةِ وَفَدَكٍ، وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ،

فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لاَ» نُورَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ مِنْ هَذَا المَالِ، يَعْنِي مَالَ اللَّهِ، لَيْسَ لَهُمْ أَنْ يَزِيدُوا عَلَى المَأْكَلِ»، وَإِنِّي وَاللَّهِ لاَ أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهَا فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَأَعْمَلَنَّ فِيهَا بِمَا عَمِلَ فِيهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَشَهَّدَ عَلِيٌّ ثُمَّ قَالَ: إِنَّا قَدْ عَرَفْنَا يَا أَبَا بَكْرٍ فَضِيلَتَكَ، وَذَكَرَ قَرَابَتَهُمْ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَقَّهُمْ، فَتَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي"(بخاری ج5ص20شاملہ)۔

ترجمہ:"ابو الیمان بیان کرتے ہیں کہ کہ شعیب، زہری سے اور وہ عروہ بن زبیر سے اور یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کس آدمی کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، تاکہ ان سے اپنی اس میراث کا پوچھے،جو انہیں حضور ﷺ کے وصال کے بعد ملنی تھی اور حضور ﷺ کو اللہ تعالی نے وہ مال بطور فئے دیا تھا۔ یعنی صدقات مدینہ، فدک اور خیبر کے مال غنیمت کا پانچواں حصہ مانگا تھا۔ تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہم میراث نہیں چھوڑتے ہمارا جو کچھ ہوتا ہے وہ صدقہ ہوتا ہے آل محمد اسی مال میں سے کھائیں گے، جو اللہ نے انہیں دیا ہے لیکن انہیں یہ اختیار نہیں کہ کھانے سے زیادہ لیں، اللہ کی قسم! میں حضور ﷺ کے صدقات کی اس حالت میں جو آپ کے عین حیات میں تھی، ذرا تغیّر و تبدّل نہ کروں گا، بلکہ اس میں میرا عمل بھی وہی ہو گا جو خود آپ ﷺ کا تھا پھر حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہ نے تشہد پڑھا اس کے بعد کہا، اے ابو بکر ! ہم تمھاری بزرگی جانتے ہیں، اس کے بعد حضرت علی نے سیدہ فاطمہ کی حضور ﷺ سے قرابت اور انکا حق بیان کیا، تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا، قسم اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میرے نزدیک حضور ﷺ کی قرابت اپنی قرابت سے باعتبار سلوک بہت محبوب ہے"۔

روایت خالد عن زهری:

{یہ امام زہری کے تیسرے شاگرد ہیں}

"حدَّثنا يزيدُ بن خالدِ بن عَبد الله بن مَوهَبِ الهَمدانيُّ، حدَّثنا الليثُ ابن سعْدٍ، عن عُقَيلِ بن خالدٍ، عن ابن شهاب، عن عُروةَ بن الزُّبير

عن عائشةَ زوج النبيِّ - صلَّى الله عليه وسلم ، أنها أخبرتْه، أن فاطمةَ بنتَ رسولِ الله - صلَّى الله عليه وسلم - أرسلتْ إلى أبي بكر الصديق. تسألُه ميراثَها من رسولِ الله - صلَّى الله عليه وسلم - مما أفاءَ اللهُ عليه بالمدينةِ، وفَدَك، وما بقِي من خُمس خَيبر، فقال أبو بكر: إن رسولَ اللهِ - صلَّى الله عليه وسلم - قال: "لا نُورَثُ، ما تركنا صدقَةٌ، إنما يأكُل آلُ مُحمدٍ من هذا المالِ"، وإني والله لا أُغيِّرُ شيئاً من صدقةِ رسولِ الله - صلَّى الله عليه وسلم - عن حالِها التي كانت عليها في عهْد رسولِ الله - صلَّى الله عليه وسلم ، فلأَعملنَّ فيها بما عمِلَ به رسولُ الله - صلَّى الله عليه وسلم - به، وأبى أبو بكر أن يدفَع إلى فاطمةَ منها شيئاً (سنن ابی داوٗد ج4 ص588 شاملہ)

ترجمہ: " اسعد عقیل بن خالد سے، یہ ابن شہاب زھری سے، اور یہ عروہ بن الزبیر سے اور یہ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا، کہ فاطمہ بنت رسول ﷺ نے ایک شخص کو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ دریافت کی میراث ہے، وہ ہمیں ملنی چاہیے، تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے ہماری وراثت تقسیم نہیں ہوتی ہمارا سب کچھ چھوڑا ہوا صدقہ ہوتا ہے آل محمد اس مال سے کھائیں گے۔ اللہ کی قسم! میں حضور ﷺ کے صدقات میں کوئی رد وبدل نہ کروں گا، ان کی وہ حالت جو آپ ﷺ کے موجود ہوتے تھی وہی باقی رہے گی اور ان پر اسی طرح عمل ہو گا جو آپ ﷺ کا تھا تو یہ کہہ کر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس میں سے کچھ بھی دینے سے انکار کردیا"۔

خلاصہ:

ہم نے تفصیل کے ساتھ وہ تمام روایات ذکر کر دی ہیں جو موضوع کے متعلق تھیں آپ نے توجہ فرمائی ہو گی۔ کہ سلسلہ روایت میں ابو طفیل اور ابو ھریرہ رضی اللہ عنہما سے ذکر کردہ الفاظ روایت میں تو غضبت کا لفظ موجود ہی نہیں باقی تین روایات جو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں ان میں امام زھری کے واسطہ سے ان کے صرف ایک شاگرد "صالح" کی ذکر کردہ روایت میں یہ لفظ آیا ہے اور انہی (امام زھری) سے روایت کرنے والے دو راوی شعیب اور خالد اس لفظ کا ذکر نہیں کرتے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام زھری کے شاگر صالح نے جب اس واقعہ میں اپنے استاد زھری سے "لم تتکلم حتی ماتت" کے الفاظ سنے، تو خود اس سے اندازہ لگا لیا کہ سیدہ فاطمہ کا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اپنی وفات تک کلام نہ کرنا بوجہ غصہ و ناراضگی کے تھا اس اندازہ سے اور قیاس کی بنا کر صالح نے "غَضِبَت" کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیا جو صرف اس کی اپنی سوچ کے مطابق تھا حقیقت حال سے اسکا کوئی تعلق نہ تھا کیونکہ سیدہ کا دم آخر تک کلام نہ کرنے کا اس مقام پر مفہوم یہ ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سوال و جواب کے بعد انہیں یہ بات سمجھ آ گئی کہ حضور ﷺ کی میراث ے تقسیم نہیں ہوتی وہ صرف ان مستحقین پر صرف ہو گی جن پر آپ ﷺ خود صرف فرمایا کرتے تو اس حقیقت سے آگاہی کے بعد سیدہ نے پھر تادم آخر اس معاملہ میں ابو بکر صدیق سے قطعاً گفتگو نہ کی۔ اگر حقیقت میں سیدہ ناراض ہوتیں اور بوجہ ناراضگی گفتگو کا بائیکاٹ فرماتیں تو صحابہ کرام، اہلبیت اور تابعین وغیرہ میں اس بات کا بہت چرچا ہوتا اور خاص کر اہل مدینہ سے یہ بات چھپی نہ رہتی لیکن ہمیں صرف امام زہری کے ایک شاگرد کی روایت میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے شاگرد نے ان الفاظ کو ذکر نہیں کیا جس سے معلوم ہوا کہ ناراضگی نہ تھی بلکہ راوی کا اپنا خیال تھا، جو اس نے ذکر کیا۔

فوائد احادیث مذکورہ:

فائدہ نمبر:1

"اَرْسَلَتْ فَاطِمَۃَ" کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی بنفس نفیس عدالت میں حاضری ایک غلط کہانی ہے درست یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نے کسی معتمد شخص کو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔

فائدہ نمبر:2

"یجعلہٗ للذی یقوم مقامہٗ" سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ باغ فدک اور دیگر اموال فئے کے بارے میں شرعی ہدایات یہ تھیں کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد ان میں تصرف کا وہ شخص مجاز ہو گا جو آپ ﷺ کے قائم مقام خلیفہ ہو گا۔

فائدہ نمبر:3

"ما سمعت رسول اللہ ﷺ" کے الفاظ یہ بتلاتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا باغ فدک وغیرہ کا سوال کرنا اس وجہ سے تھا کہ انہیں یہ حدیث نہیں پہنچی تھی، جب سن لی تو آخری دم تک اس موضوع پر کلام نہ فرمایا، "لم تتکلم حتی ماتت" کے الفاظ اسی مفہوم کو بیان کر رہے ہیں۔ یہ نہیں کہ مارے غصہ کے آپ رضی اللہ عنہا تا دم آخر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے گفتگو نہ فرمائی۔

فائدہ نمبر:4

"من یرثک قال اھلی وولدی قالت فمالی لا ارث" کے الفاظ یہ بتلاتے ہیں کہ سیدہ کے ذہن میں ایک سیدھا سا سوال تھا کہ جس طرح کوئی فوت ہو جائے اس کے اہل و عیال اس کے مال کے وارث ہوتے ہیں اسی طرح میں حضور ﷺ کے ترکہ کی وارث ہوں، لہذا معلوم ہوا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف ہبہ کرنے کی روایت بے اصل ہے سیدہ خاتون جنت ہی نہیں بلکہ تقریباً امہات المؤمنین بھی یہی کہتی تھیں کہ حضور ﷺ کی میراث سے ہمیں بھی کچھ ملنا چاہیے اسی بنا پر انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا وکیل بنایا تاکہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ہمارے حقوق کا مطالبہ کریں جب ان ازواج مطہرات نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے "لَا نُوْرِثُ" والی حدیث سنی تو امہات المؤمنین نے اپنا مطالبہ ترک کر دیا، کیونکہ مسئلہ کی اصلیت معلوم ہو چکی تھی۔

فائدہ نمبر 5:

جب سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس مال کے بارے میں یہ فرمایا: کہ میں اس کو اسی طریقہ و حالت سے صرف کروں گا جس کے مطابق رسول اللہ ﷺ صرف فرماتے رہے تو یہ سن کر سیدہ خاتون جنت بغیر ناراضگی کے خاموش ہو گئیں۔

فائدہ نمبر:6

"فابی ابو بکر علیھا ذلک فقال لست تارکا شیئا" کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے

"باغ فدک" کی آمدنی کو اسی طرح خرچ کیا، جس طرح سے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صرف فرمایا تھا۔ صرف ابو بکر صدیق کے دور خلافت میں ہی نہی بلکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک باغ فدک کا مصرف بعنیہ وہی رہا جو حضور ﷺ کے دور اقدس میں تھا۔ ملاحظہ ہو۔ شیعہ شارح نہج البلاغہ ابن میثم البحرانی اپنی شرح کے ج5 ص101 پر لکھتا ہے کہ:

"وكان يأخذ غلتها فيدفع إليهم منها يكفيهم، ثم فعلت الخلفاء بعده كذلك إلي أن ولي معاوية فأقطع مروان ثلثها بعد الحسن"

ترجمہ: "یعنی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ باغ فدک کے غلّہ کو سب سے پہلے اہلبیت کی ضرورت کے مطابق انہیں عطا فرماتے تھے اور اسی طرح آپ کے بعد کے خلفاء نے بھی کیا حتی کہ امیر معاویہ والی سلطنت ہوئے"

فائدہ نمبر 7:

"فَاِنِّی اَخْشٰی اِنْ تَرَکْتُ شَیْئاً مِّنْ اَمْرِہٖ اَنْ اَزِیْغَ" کے الفاظ یہ بتلاتے ہیں کہ صدیق اکبر نے "باغ فدک" وغیرہ کسی دیرینہ دشمنی کی بنا پر سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کو دینے سے منع نہیں کیا تھا، بلکہ یہ اتباع رسول ﷺ کی خاطر تھا۔اسی لیے فرمایا: کہ اگر میں آپ کی اتباع کو چھوڑ دوں تو گمراہ ہو جاؤں گا اس کی واضح دلیل یہ بھی ہے کہ کسیبھی شیعہ کتاب میں اس بات کا ثبوت نہیں مل سکتا۔ کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی آمدنی اپنی ذات اور اپنی اولاد وغیرہ پر خرچ کی ہو۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

جیسا کہ ہم فائدہ نمبر 1 میں بتا چکے ہیں، کہ "اَرْسَلَتْ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ" کے الفاظ میں یہ بات بالکل واضح ہے، کہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا خود عدالت صدیقی میں نہیں گئیں، بلکہ کسی معتمد آدمی کو بھیجا تھا، اس صراحت کے باوجود کچھ یلمارے اپنے غیر محتاط خطیب بھی یہ کہہ دیتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنفس نفیس عدالت صدیقی میں تشریف لے گئیں ، اور ان سے وراثت کا مطالبہ کیا۔ تحقیق یہی ہے کہ سیدہ وراثت کے سلسلہ میں وہاں نہیں گئیں۔ کیونکہ آپکا عدالت صدیقہ میں جانا عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے کیونکہ سیدہ کے شوہر وہ عالی مرتبت شخصیت ہیں کہ جن کے مقابلہ میں سارا عرب بھی آ جائے تو بھی فرمائیں کہ میں ان کی گردنیں اڑانے میں دیر نہ کروں، تو ایسے جری اور شیر خدا کو کب زیب دیتا ہے کہ ان کی زوجہ اور دختر رسول ﷺ عدالت صدیقی میں ایک حقیر دنیوی چیز کیلئے دست طلب دراز کریں اور سب کے سامنے چند درختوں کے حصول کی خاطر باہر تشریف لے آئیں۔ اس کے ساتھ جب ہم حضرت سیدہ کی وہ وصیت دیکھتے ہیں جو آپ نے "اسماء بنت عمیس" کو فرمائی تھی کہ اگر میرا انتقال ہو تو مجھے جنت البقیع تک پالکی میں لے جانا یہ وصیت اس لیے تھی تاکہ بعد از وفات بھی کوئی غیر محرم آپ کے بدن پاک کی قامت نہ دیکھ سکے۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو۔وصیت فرمائی کہ مجھے آپکے سوا کوئی دوسرا غسل نہ دے، تاکہ وقت غسل کسی کی میرے جسم پر نظر نہ پڑے اور یہ بھی فرمایا: کہ مجھے دفن کرنے کیلئے رات کی تاریکی میں لے

جانا تاکہ میرے جسم کا چارپائی پر پڑے ہوئ کوئ اندازہ بھی نہ کر سکے اور نہ ہی کوئ اشارہ کر سکے کہ وہ بنت رسول کا جنازہ جا رہا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جس خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی عفت و پاکدامنی اور شرم و حیا کا یہ عالم ہو اس کے متعلق یہ باور کر لینا کہ محض چند درختوں کی خاطر عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا ہو گا، اور خود عدالت صدیقی میں اپنے پاؤں سے چل کر تشریف لے گئ ہوں گی، بالکل خلاف عقل ہے۔ ہاں اگر مدعیان محبت اہل بیت اس قسم کے افسانے تراشیں تو کوئ عجب نہیں کیونکہ محبت اہلبیت میں وہ اس قدر وارفتہ ہیں کہ توہینِ اہلبیت بھی ان کے ہاں محبت اہلبیت قرار پائی ہے، اور ان کا ہر وہ لفظ جو دل زخمی کرنے میں تیرو تفنگ سے کم نہیں اسے وہ عقیدت کے پھول تصور کرتے ہیں۔

ہاں جن مقامات میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عدالت صدیقی میں جانا مذکور ہے ان مقامات اور ان روایات سے دراصل ایک ہی واقعہ کا اظہار کرنا مقصود ہے یعنی باغ فدک وغیرہ کے بارے میں عدالت صدیقی سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رجوع کرنا ایک ہی مرتبہ ہوا جب واقعہ ایک ہو تو اس واقعہ کو سر انجام دینے کیلئے دو ایسے طریقے جن میں تضاد ہو اپنائے نہیں جا سکتے تو معلوم ہوا کہ اس ایک واقعہ میں یا تو سیدہ رضی اللہ عنہا نے کسی کو بطور وکیل بھیجا ہو گا یا خود بنفس نفیس تشریف لے گئیں، ہوں گی، جیسا کہ ہم با دلائل ثابت کر چکے ہیں کہ آپ خود نہیں گئیں بلکہ آپ نے کسی معتمد شخص کو بھیجا تو اب ان روایات کی تاویل کرنا پڑے گی جن میں خود جانا آیا ہے۔ سو اس کا حل یہ ہو گا کہ جن روایات میں کسی کو بھیجنے کا ذکر ہے وہ حقیقت پر محمول ہیں اور جن پر سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کا خود جانا مذکور ہے وہ مجازًا ہو گا کیونکہ وکیل کا کام اس کے موکل کی طرف منسوب ہوتا ہے، رعیت میں سے کسی کا کام جو بادشاہ کے حکم سے ہو وہ بادشاہ کا کلام کہلاتا ہے کسی کے سفیر کی گفتگو اس کے بھیجنے والے کی طرف منسوب ہوتی ہے ، عزرائیل کا کسی کو موت دینا اللہ کی طرف منسوب ہوتا ہے، اور وزرائے کرام کا کسی کو کچھ عطا کرنا بادشاہ کی عطا شمار ہوتا ہے اس لیے ان روایات میں مجاز سے کام لیا گیا ہے، اور اس کی نسبت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی طرف کر دی گئ ہے کیونکہ ان کا کسی کو بھیجنا گویا خود جانا تھا۔

حضرت سیدہ خاتون جنت جناب صدیق اکبر کے ساتھ راضی تھیں:

گذشتہ اوراق میں آپ نے باغ فدک کے معاملہ میں "غضبت" کے بارے میں تحقیق ملاحظہ فرمائ ، ہم چاہتے ہیں کہ اسی کی تکمیل کیلئے چند ایسی عبارات پیش کریں جن سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے درمیان کوئ ناراضگی اور عداوت نہ تھی۔ بلکہ دونوں "رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ" کی عملی تصویر تھے، ان عبارات کو دیکھ کر اور پڑھ سن کر ہر ذی انصاف یہ تسلیم کر لے گا کہ بالفرض سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بتقاضائے بشری حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوئ بھی تھیں تو یہ ناراضگی عارضی اور چند روز سے زائد ثابت نہیں ہوئ، ہم پہلے اپنی اہلسنت و جماعت اور پھر بعد میں اہل تشیع حضرات کی کتب سے حوالہ جات پیش کریں گے۔

روایات کتب اہلسنت:

امام ابن کثیر اپنی کتاب البدایہ والنھایہ {ج،8ص 96شاملہ} پر لکھتے ہیں کہ :

"قَالَ الْحَافِظُ أَبُو بَكْرٍ الْبَيْهَقِيُّ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْحَافِظُ، أَنْبَأَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، ثَنَا عَبْدَانُ بْنُ عُثْمَانَ الْعَتَكِيُّ بِنَيْسَابُورَ، أَنْبَأَنَا أَبُو حَمْزَةَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: لَمَّا مَرِضَتْ فَاطِمَةُ أَتَاهَا أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ فَاسْتَأْذَنَ عَلَيْهَا، فَقَالَ عَلِيٌّ: يَا فَاطِمَةُ، هَذَا أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْكِ. فَقَالَتْ: أَتُحِبُّ أَنْ آذَنَ لَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَأَذِنَتْ لَهُ، فَدَخَلَ عَلَيْهَا يَتَرَضَّاهَا فَقَالَ: وَاللَّهِ مَا تَرَكْتُ الدَّارَ وَالْمَالَ وَالْأَهْلَ وَالْعَشِيرَةَ إِلَّا ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللَّهِ، وَمَرْضَاةِ رَسُولِهِ، وَمَرْضَاتِكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ. ثُمَّ تَرَضَّاهَا حَتَّى رَضِيَتْ. وَهَذَا إِسْنَادٌ جَيِّدٌ قَوِيٌّ. وَالظَّاهِرُ أَنَّ عَامِرًا الشَّعْبِيَّ سَمِعَهُ مِنْ عَلِيٍّ، أَوْ مِمَّنْ سَمِعَهُ مِنْ عَلِيٍّ. وَقَدِ اعْتَرَفَ عُلَمَاءُ أَهْلِ الْبَيْتِ بِصِحَّةِ مَا حَكَمَ بِهِ أَبُو بَكْرٍ فِي ذَلِكَ ؛ قَالَ الْحَافِظُ الْبَيْهَقِيُّ: أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْحَافِظُ، حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الصَّفَّارُ، ثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِسْحَاقَ الْقَاضِي، ثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، ثَنَا ابْنُ دَاوُدَ، عَنْ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوقٍ قَالَ: قَالَ زَيْدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ: أَمَّا أَنَا فَلَوْ كُنْتُ مَكَانَ أَبِي بَكْرٍ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، لَحَكَمْتُ بِمَا حَكَمَ بِهِ أَبُو بَكْرٍ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فِي فَدَكَ."

ترجمہ:"حافظ ابو بکر البیہقی نے کہا، کہ امام شعبی سے کئی واسطوں کے ذریعہ ہمیں روایت پہنچی کہ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں، تو ابو بکر صدیق آئے اور اندر آنے کی اجازت طلب کی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ سے پوچھا باہر ابو بکر آئے ہیں وہ اندر آنے کی اجازت طلب کرتے ہیں، تو سیدہ نے کہا کیا تم انہیں اجازت دینا پسند کرتے ہو، کہا ہاں، تو سیدہ نے اجازت دے دی، ابو بکر اندر آئے اور بیمار پرسی کی، اور کہا اللہ کی قسم میرا مکان مال گھر بار خاندان صرف اللہ اور اسکے رسول ﷺ اور اہلبیت تمھاری خوشنودی کیلئے ہے، پھر ابو بکر سیدہ پاک کو راضی کرتے رہے حتی کہ وہ راضی ہو گئیں۔ اس حدیث کی اسناد بہت خوب ہیں، ظاہر یہی ہے کہ یہ بات امام شعبی نے حضرت علی سے بلاواسطہ یا بالواسطہ سنی ہو گی اور علمائے اہلبیت نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فدک کے بارے میں فیصلہ کی صحت کا اقرار کیا ہے۔ حافظ بیہقی نے کہا کہ زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب نے کہا کہ اگر میں بھی ابو بکر صدیق کی جگہ ہوتا تو باغ فدک کا وہی فیصلہ کرتا جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا ہے"۔

امام : أبو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الھاشمی اپنی کتاب "طبقات ابن سعد" {ج،8ص22شاملہ} میں لکھتے ہیں کہ:

"أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ. حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ عَامِرٍ قَالَ: جَاءَ أَبُو بَكْرٍ إِلَى فَاطِمَةَ حِينَ مَرِضَتْ فَاسْتَأْذَنَ فَقَالَ عَلِيٌّ: هَذَا أَبُو بَكْرٍ عَلَى الْبَابِ فَإِنْ شِئْتِ أَنْ تَأْذَنِي لَهُ. قَالَتْ: وَذَلِكَ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَدَخَلَ عَلَيْهَا وَاعْتَذَرَ إِلَيْهَا وَكَلَّمَهَا فَرَضِيَتْ عَنْهُ."

ترجمہ:" حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جانے کے لیے دروازے پر پہنچے تو اندر آنے کی اجازت طلب کی مولا علی نے سیدہ سے کہا، دروازے پر ابو بکر کھڑے اندر آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں اگر تمھاری خوشی ہو ، تو آ جائیں سیدہ نے کہا، کیا تم اِسے پسند کرتے ہو، مولا علی نے فرمایا: ہاں, تو ابو بکر اندر آئے اور سیدہ سے معذرت کی اور گفتگو کی تو سیدہ راضی ہو گئیں".

امام أَبُو الفضل أَحْمد بن عَليّ بن مُحَمَّد بن مُحَمَّد بن عَلّي الْعَسْقَلَانِي الشهير بِابْن حجر اپنی کتاب"فتح الباری شرح البخاری" {ج,6ص02شاملہ}2 میں لکھتے ہیں کہ:

"رَوَى الْبَيْهَقِيُّ مِنْ طَرِيقِ الشَّعْبِيِّ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ عَادَ فَاطِمَةَ فَقَالَ لَهَا عَلِيٌّ هَذَا أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْكِ قَالَتْ أَتُحِبُّ أَنْ آذَنَ لَهُ قَالَ نَعَمْ فَأَذِنَتْ لَهُ فَدَخَلَ عَلَيْهَا فَتَرَضَّاهَا حَتَّى رَضِيَتْ"

ترجمہ: "البیہقی نے بطریق شعبی روایت کی کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عیادت کیلئے گئے، مولا علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ سے کہا، کہ دروازے پر ابو بکر کھڑے اندر آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں، سیدہ نے کہا، کیا آپ پسند کرتے ہیں؟ کہا ہاں!، تو سیدہ نے اجازت دے دی ابو بکر آئے اور سیدہ کو خوش کرنے کی کوشش کی اور وہ راضی ہو گئیں"

ان تین روایات سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے:

:"لَمّا مرِضَتْ فَاطِمَۃُ آتَاھا اَبُو بَکر"

کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ صدّیق اکبر ضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ کی بیمار پرسی کیلئے ان کے گھر تشریف لے گئے۔

2: "فقالَتْ اَتُحِبُّ انْ اٰذَنَ قالَ نَعَمْ"

کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بوجہ محبوب علی رضی اللہ عنہ ہونے کے اندر آنے کی اجازت ملی۔

3: "حَتّٰی رَضِیَتْ" سے معلوم ہوا، کہ اگر بتقاضائے بشریت سیدہ کے دل میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ناراضگی تھی بھی تو تو بالآخر وہ ختم ہو گئ۔ اور آپ راضی ہو گئیں۔

4: "ھٰذَا سَنَدٌ جَیِّدٌ" کے الفاظ حدیث کی سند قوی اور اچھی ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ جس سے یہ استدلال ہو سکتا ہے۔ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا واقعی راضی ہو گئیں۔

5: "فلَوْ کُنْتُ مکانَ اَبِی بَکر لَحَکَمْتُ بِما حَکَمَ بِہٖ اَبُو بَکرٍ فِی فَدَکٍ" کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ زید بن امام زین العابدین نے جو امام اَہلبیت ہیں نے فرمایا:"کہ ابو بکر صدیق کا فیصلہ حق تھا، اور اگر ابو بکر کی جگہ میں ہوتا تو یہی فیصلہ کرتا کیونکہ حق یہی تھا لہذا معلوم ہوا کہ ابو بکر صدیق حق پر تھے ۔

6: "فَاِنْ شِئْتِ اَنْ تَاْذَنِی" سے معلوم ہوا کہ سیدہ کی خواہش پر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پسند پر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اندر آنے کی اجازت ملی۔

:7 "کَلَّمَھَا فَرَضِیَتْ" سے معلوم ہوا، کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے درمیان سلسلہ کلام چلا، اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سیدہ رضی اللہ عنہا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راضی ہو گئیں۔

لہذا یہ باتً غلط ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تا دم مرگ ناراض رہیں، اور باغ فدک کے قبضہ کے بعد سیدہ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آخری دم تک قطعاً گفتگو نہیں فرمائی، اور ناراض ہوتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئیں ہو سکتا ہے کہ کوئی یہ کہہ دے کہ یہ روایات تو اہلسنت و جماعت کی ہیں۔ اور انہوں نے اپنے عقیدہ کے مطابق ایسی روایات گھڑ لی ہوں گی۔ جن سے دونوں کے درمیان راضی نامہ معلوم ہو سکے۔ لیکن بات تب بنے گی، اگر ہماری شیعہ کتب سے یہی مضمون رضامندی دکھا دو، تو ہم اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے اب شیعہ حضرات کی کتب سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مابین گفتگو ہونا اور راضی نامہ ہونا ذکر کرتے ہیں

روایات از کتب شیعہ:

شیعہ عالم ابن حدید اپنی شرح نہج البلاغہ {ج16ص} 323 پر لکھتا ہے کہ:

"كان رسول الله ص يأخذ من فدك قوتكم و يقسم الباقي و يحمل منه في سبيل الله فما تصنعين بها قالت أصنع بها كما يصنع بها أبي قال فلك على الله أن أصنع فيها كما يصنع فيها أبوك قالت الله لتفعلن قال الله لأفعلن قالت اللهم اشهد . و كان أبو بكر يأخذ غلتها فيدفع إليهم منها ما يكفيهم و يقسم الباقي و كان عمر كذلك ثم كان عثمان كذلك ثم كان 1علي كذلك فلما ولي الأمر معاوية"

ترجمہ:" جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا سے فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ فدک سے آپ کی خوراک لے لیا کرتے تھے اور باقی ماندہ تقسیم فرمادیا کرتے تھے، اور فی سبیل اللہ سواریاں بھی لے کر دیا کرتے تھے ، اللہ کی قسم کھا کر تم سے اقرار کرتا ہوں کہ میں فدک کی آمدنی اسی طرح صرف کروں گا، جس طرح حضور ﷺ کیا کرتے تھے۔ تو سیدہ اس پر راضی ہو گئیں۔ اور حضرت ابو بکر صدیق سے اس کا عہد لے لیا۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ فدک کا غلہ وصول کر کے اہلبیت کی ضرویات کے مطابق انہی دیا کرتے تھے، پھر ان کے بعد دوسرے خلفاء نے بھی ایسا ہی کیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تک یہی عمل جاری رہا"۔

اسی طرح شیعہ شارح نہج البلاغہ ابن میثم البحرانی اپنی شرح کے {ج5ص} 101 پر لکھتا ہے کہ:

" انه لمّا سمع كلامها أحمد اللّه وأثنى عليه وصلّى على رسوله ، ثمّ قال : يا خيرة النساء وابنة خير الآباء واللّه ما عدوت رأى رسول اللّه صلّى اللّه عليه وآله ولا عملت إلّا بأمره ، وإنّ الرائد لا يكذب أهله قد قلت فأبلغت وأغلظت فأهجرت فغفر اللّه لنا ولك أمّا بعد فقد دفعت آله رسول اللّه صلّى اللّه عليه وآله ودابّته وحذاه إلى علىّ عليه السّلام ، وأمّا ما سوى ذلك فإنّى سمعت رسول اللّه صلّى اللّه عليه وآله يقول : إنّا معاشر الأنبياء لا نورّث ذهبا ولا فضّة ولا أرضا ولا عقارا ولا دارا ولكنّا نورّث الإيمان والحكمة والعلم والسنّة ، وقد عملت بما أمرنى وسمعت فقالت: إنّ رسول اللّه صلّى اللّه عليه وآله قد وهبها صدقت يا ابنة رسول اللّه وصدق علىّ وصدقت أمّ أيمن وصدق عمر وعبد

الرحمن بنَ عوف فشهدا أنَ رسول اللّه صلَى وصدق عبد الرحمن، وذلک أنَ لک ما لأبيک كان رسول اللّه صلَى اللّه عليه وآله يأخذ من فدک قوتكم ويقسّم الباقى ويحمل منه فى سبيل اللّه، ولک على اللّه أن أن أصنع بها كما كان يصنع . فرضيت بذلک وأخذت العهد عليه به.وكان يأخذ غلتها فيدفع إليهم منها ما يكفيهم، ثم فعلت الخلفاء بعده كذلك إلي أن معاوية"

ترجمہ: " روایت کی گیَ ہے کہ جب سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ کا کلام سنا تو یہ سن کر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور رسول اللہ ﷺ پر صلوۃ بھیجی پھر کہا: اے خیر النساء اے بہترین باپ کی بیٹی خدا کی قسم! میں نے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مخالفت نہیں کی۔ میں نے تو ان کے کہنے پر عمل کیا اور گھر کا خیر خواہ گھر والوں کی تکذیب نہیں کرتا میں نے جو کچھ کہا وہ فریضہ تھا جو میں نے پہنچا دیا، لیکن آپ ناراض ہو گئیں، اور مجھ سے گفتگو ترک کر دی اللہ مجھے اور تمھیں معاف فرمائے اس کے بعد ابو بکر نے کہا کہ میں نے حضور ﷺ کے ہتھیار اور آپکا گھوڑا اور آپکی نعلین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے دیں، انکے علاوہ باقی اشیاء کے متعلق میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا؛ ہم جماعت انبیاء کی وراثت سونا چاندی زمین، سامان، اور مکان وغیرہ نہیں ہوتی، بلکہ ایمان حکمت ، علم اور سنت کی وراثت ہم چھوڑتے ہیں میں نے وہی کچھ کیا جس کا حضور نے مجھے حکم دیا۔ اور میں نے وہ حکم سنا تھا تو یہ سن کر سیدہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ فدک تو رسول اللہ نے مجھے ھبہ کر دیا تھا اس پر سیدنا ابو بکر نے پوچھا۔ اس پر کوئی گواہ؟ تو حضرت علی اور ام ایمن بطور گواہ پیش ہوئے۔ اور اس امر کی گواہی دی۔ اتنے میں حضرت عمر اور عبدالرحمن بن عوف بھی آ گےَ۔ ان دونوں نے یہ گواہی دی کہ حضور ﷺ فدک کو تقسیم فرماتے تھے۔سیدنا ابو بکر نے کہا اے بنت پیغمبر تو نے سچ کہا اے علی تم نے بھی سچ کہا ہے۔ اے ام ایمن تم بھی سچی ہو اور اسے عمر و عبدالرحمن تم دونوں بھی سچے ہو۔ اس لیے کہ اے فاطمہ تیرے لیے وہی کچھ ہے جو آپ کے والد کا تھا حضور ﷺ کی آمدنی سے تمہاری خوراک کا اہتمام فرماتے اور باقی ماندہ تقسیم فرادیتے اور اس میں سے فی سبیل اللہ سواریاں بھی لے دیتے۔ تمھارے بارے میں اللہ سے معاہدہ کرتا ہوں کہ اسی طرح تم سے سلوک کروں کا جس طرح حضور ﷺ تم سے سلوک فرمایا کرتے تھے۔ تو یہ سن کر سیدہ فاطمہ راضی ہو گئیں۔ اور اسی پر ابو بکر صدیق سے عہد لے لیا۔ ابو بکر صدیق فدک کا غلہ وصول کرتے اور اہل بیت کو ان کی ضرورت کے مطابق دے دیتے ان کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے تک یہی عمل جاری رہا"

شیعہ محدث شیخ عباس قمی اپنی کتاب بیت الاخزان کے {ص} 3مترجم16 میں اسی حوالے سے نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے۔"

راوی کہتا ہے کہ جب مولا علی اور سیدنا زبیر (رضی اللہ عنہا) نے (ابو بکر) کی بیعت کر لی تو تمام قسم کی شورش تھم گیَ۔ ابو بکر فاطمہ کے پاس آئے ان سے عمر رضی اللہ عنہ کی سفارش کی اور سیدہ فاطمہ سے درخواست کی کہ ان سے در گزر فرمائیں تو سیدہ پاک ان سے راضی ہو گئیں"

برادران اسلام یہ وہ حقائق ہیں جو کہ ان روافض کے بے انتہاء تنگ نظری اور دشمنیٔ صحابہ کے باوجود ان کے اپنے قلم سے ظاہر ہو گئے۔ نہیں تو جس طرح کے جھوٹے اور من گھڑت واقعات انہوں بغض صحابہ کی بنا پر گھڑ کر اپنی کتب میں لکھے ہوئے ہیں۔ ان میں ایسی عبارات کا ملنا اور موجود ہونا ایک عجوبہ کے سوا کچھ بھی نہیں۔ لیکن جیسا بھی ہے اللہ تعالی نے ان مبغضین صحابہ کے قلم سے ہی حق کو ظاہر فرما دیا۔

مذکورہ بالا شیعہ روایت سے حسب ذیل فوائد حاصل ہوئے:

اولاً: یہ معلوم ہوا کہ فدک کی آمدنی حضور ﷺ کے وقت اہلبیت، فقراء واسلامی جنگی ضروریات میں خرچ ہوتی تھی۔ جس سے یہ ثابت ہوا کہ فدک سیدہ رضی اللہ عنہا کو ھبہ نہ کیا گیا تھا،

ثانیاً: یہ پتہ چلا کہ سیدہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے باغ فدک کی آمدنی اسی طرح خرچ کرنے پر معاہدہ کر لیا، جس طرح حضور ﷺ صرف فرمایا کرتے تھے اس معاہدہ کے بعد سیدہ ان سے راضی ہو گئیں۔

ثالثاً: یہ معلوم ہوا کہ فدک کی پیداوار سے سیدہ فاطمہ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم حسب سابق صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اپنا حصہ لیتے رہے۔

رابعاً: ان روایات سے یہ معلوم ہوا کہ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت سے لے کر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک فدک کی آمدنی بعینہ اسی طرح صرف ہوتی رہی جس طرح حضور ﷺ کرتے رہے اس میں ردو بدل نہ ہوا، کیونکہ یہ حضراتُ اسی طرح صرف کرنے کو منشاء الہی سمجھتے تھے لہذا جب صدیق اکبر نے حضور ﷺ کا سا عمل اپنایا تو سیدہ کا ان سے اس بنا پر ناراض ہونا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہے۔ ورنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا عمل رسول سے ناراض ہو جائیں۔ یہ بھی ممکن نہیں۔ اور پھر خرچہ بھی بدستور وصول کرتی رہیں۔ یہ بھی انہیں زیب نہیں دیتا لہذا معلوم ہوا کہ سیدہ ابو بکر سے ناراض نہ تھیں۔۔

خامساً: یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ یہ الزام دھرتے ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فدک مروان کو دے دیا تھا یہ غلط اور بے بنیاد ہے بلکہ اس کی بجائے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا عثمان کا بھی اس بارے میں وہی عمل تھا جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تھا جو عمل میں یکسانیت ہے تو جس طرح سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا دور صدیقی میں خرچہ وصول کرتی تھیں۔ اسی طرح دور فاروقی اور عثمانی میں بھی انکی اولاد وصول کرتی رہی۔

سادساً: یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ سیدہ مجھ سے کبیدہ خاطر ہیں تو فورا انہیں راضی کرنے کیلئے ان کے گھر تشریف لے گئے۔

سابعاً؛ یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سیدہ کا کتنا ادب و احترام فرماتے تھے تبھی تو عورتوں میں سب سے بہترین کے لقب سے مخاطب فرمایا اور حقیقت بھی یہی ہے۔

ثامناً: امام زید بن علی رضی اللہ عنہ نے تسلیم کیا کہ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو " لا نورث " حدیث سنائی اور باغ فدک ان کو عطا نہ کیا تو اس سے صدیق اکبر کی غرض یہ

تھی کہ وہ نبی کریم ﷺ کے کسی فعل کی تبدیلی گوارا نہیں کرتے تھے۔ اور امام زید بن علی کے رویہ نے یہ ثابت کر دیا کہ اہلبیت کے دل میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی حسد و بغض نہ تھا اگر ایسا ہوتا تو امام زید بن علی ان کی شان میں تعریفی الفاظ ذکر نہ فرماتے۔

ہم نے شیعہ سنی دونوں کی مختلف کتب سے روایات لکھیں۔ ان کو بنظر انصاف پڑھنے والا لازمی اس نتیجہ پر پہنچے گا، کہ سیدہ فاطمہ اور ابو بکر رضی اللہ عنہما کے درمیان کوئی مستقل ناراضگی نہ تھی، کہ ہم سکیں، کہ اسی ناراضگی پر سیدہ کا انتقال ہوا۔ کیونکہ جب صدیق اکبر نے حضور ﷺ کی حدیث پیش کی اسے سن کر خاتون جنت کا ناراض ہونا از روئے شرح بھی ممنوع ہے۔ اور پھر اس پر مزید یہ کہنا کہ آپ آخری دم تک ناراض رہیں بالکل بکواس ہے حضور ﷺ کسی مسلمان سے تین دن تک قطع کلامی حرام فرمائیں، اور تم آخری عمر تک اسے جائز سمجھو یہ کون سی منطق ہے معلوم ہوا کہ سیدہ فاطمہ کی ناراضگی کا جھوٹا طوفان اور مسلمانوں میں فرقہ بندی کا شور سب شیعوں کا کھڑا کیا ہوا ہے جس کی کوئی اصل نہیں

یاد رہے سیدہ پاک رضی اللہ عنہا عام عورتوں کی طرح نہیں ہیں۔ جیسا کہ روافض نے سمجھ رکھا ہے بلکہ آپ وہ ہیں، جنہوں نے اپنے وصال کے وقت یہ وصیت فرمائی تھی کہ مجھے رات کی تاریکی میں قبرستان میں لے جانا اور میری میت کو پالکی میں لے جانا تاکہ آپ رضی اللہ عنہا کے جسم اقدس پر کسی کی نظر بھی نہ پڑے اور کوئی قدوقامت کا اندازہ نہ کر سکے اور اس کے علاوہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے آخری لمحات میں سیدہ کو روتے ہو دیکھا تو فرمایا: اے فاطمہ صبر کرو تم بہت جلد میرے پاس پہنچنے والی ہو، اس کے چھ ماہ کے اندر اندر آپ واصل بحق ہو گئیں۔ جس طیبہ طاہرہ اور پاکدامن خاتون کی سیرت و کردار اور اپنے بقیہ زندگی کے ایام بھی معلوم ہوں وہ عالی صفات بتول اس دنیا کے مال کیلئے تمام لوگوں کے سامنے عدالت میں کیسے جا سکتی ہیں۔ ان سب دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سیدہ نہ عدالت صدیقی میں خود چل کر گئیں اور نہ ہی آپ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مستقل ناراض تھیں۔

کیا بنت رسول کی ناراضگی خلافت کے استحقاق پر اثر انداز ہو سکتی ہے:

روایت صالح عن الزہری کا روایت بالمعنی ہونا ہم نے ثابت کر دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف ناراضگی کی نسبت راوی کے قیاس و اندازہ کی بنا پر ہے حقیقت حال اس کے خلاف ہے، اگر بتقاضائے بشری سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ناراض ہونا ثابت بھی ہو جائے تو اس بنا پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر کونسا شرعی ضابطہ نافذ کرو گے؟ اگر تمہارا جواب یہ ہو کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی اتنا اہم معاملہ ہے کہ خاتون جنت جس سے ناراض ہو جائیں۔ وہ امت مسلمہ کا خلیفہ بننے کا مستحق نہیں رہتا کیونکہ خلافت دراصل حضور ﷺ کی خلافت اور نیابت ہے، اور جس سے خود رسول اکرم ﷺ کی دختر نیک اختر ناراض ہو جائیں۔ اسے خلافت رسول کا حق باقی نہیں رہتا۔ تو پھر ہم تم سے دریافت کریں گے کہ اگر واقعی یہی قائدہ اور قانون ہے تو کیا صرف اس کا اطلاق سیدنا ابو بکر پر ہو گا یا کسی دوسرے پر بھی؟ اگر صرف سیدنا ابو

بکر رضی اللہ عنہ تک تم محدود کرتے ہو، تو یہ سخت ناانصافی ہے، جو تمھاری دیرینہ عادت ہے، اگر سب کے لئے مانو تو ہم ثابت کیے دیتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض بھی ہیں اور ہم تم سب ان کو خلیفہ رسول مانتے ہیں۔ بلکہ تم تو انکو خلیفہ بلا فصل مانتے ہو، آؤ ہم تمھیں تمھاری ہی کتابوں سے یہ بھی ثابت کر دکھائیں کہ خاتون جنت بار ہا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ناراض ہوئیں۔ لیجئے ملاحظہ فرمایئے۔

شیعہ مجتہد شیخ صدوق کتاب "الامالی" {ص84 لمجلس الثاني والعشرون} پر نقل کرتا ہے کہ:

" أنه ، أراد أن يتزوج ابنة أبي جهل على فاطمة ، وأن رسول الله ﷺ شكاه على المنبر إلى المسلمين، فقال: إن علياً يريد أن يتزوج ابنة عدو الله على ابنة نبي الله، ألا إن فاطمة بضعة مني، فمن آذاها فقد آذاني، ومن سرها فقد سرني، ومن غاظها فقد غاظني"

ترجمہ "حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہوتے ہوئے ابو جہل کی بیٹی سے شادی کرنا چاہی، حضور ﷺ نے بر سر منبر تمام صحابہ کرام کے سامنے اس کا اظہار فرمایا، اور فرمایا: علی چاہتا ہے کہ اللہ کے پیغمبر کی بیٹی کے ہوتے ہوئے اللہ کے دشمن کی بیٹی سے شادی رچائے، خبردار فاطمہ میرا ٹکڑا ہے، جس نے اسے دکھایا، اس نے مجھے دکھایا۔ جسے اس نے خوش کیا اس نے مجھے خوش کیا جس نے اسے غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا"

حضرت علی نے ایک باغ صدقہ کیا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں غصہ سے مارا (معاذاللہ)۔

اسی طرح یہی شیعہ مجتہد شیخ صدوق اپنی اسی کتاب میں {المجلس الحادی والسبعون، ص 338} پر لکھتا ہے کہ:

"وقال: ادعو لي أبا عبدالله سلمان الفارسي. قال: فدخل إليه سامان الفارس، فقال:يا أبا عبدالله ، أعرض التي غرسها رسول الله ﷺ لي علي التنجار. قال: فدخل سلمان إلي السوق، وعرض الحديقة فباعها باثنى عشر ألف درهم، وأحضر المال، وأحضرالأعربي، فأعطاه أربعة آلاف درهم وأربعين درهماً نفقة. ووقع الخبر إلى سؤال المدينة فاجتمعو ، ومضى رجل من الأ نصار إلى فاطمة، فأخبر بذالك، فقالت: آجرك الله في ممشاك. فجلس علي والدراهم مصبوبة بين يديه، حتى اجتمع إليه أصحابه، فقبض قبضة قبضة، وجعل يعطى رجلاً رجلا، حتى لم يبق معه درهم واحد. فلما أتى المنزل قالتواه فاطمة: يابن عم، بعت الحائط الذي غرسه لك والديي؟ قال: نعم، بخير منه عاجلاً وآجلاً. قالت: فأين الثمن؟ قال: دفعته إلى أعين استحيت أن أذلها بذل المسألة قبل أن تسألني. قالت فاطمة: أنا جائعة، وابناي جائعان، ولا أشك إلا وأنك مثلنا في الجوع، لم يكن لنا منه درهم! وأخذت بطرف ثوب علي، فقال علي: يا فاطمة، خليني، فقالت: لا والله، أو يحكم بيني وبينك أبي، فهبط جبرئيل على رسول الله فقال: يا محمد السلام يقرئك السلام ويقول:

اقرأ عليا مني السلام وقل لفاطمة ليس لك أن تضربي على يديه ولا تلزمي بثوبه، فلما أتى رسول الله ﷺ منزل علي وجد فاطمة ملازمة لعلي عليه ، فقال لها يابنية، مالك ملازمة لعلي ؟ قالت: يا أبه، باع الحائط الذي غرسته له باثني عشر ألف درهم ولم يحبس لنا منه درهما نشتري به طعاماً، فقال: يابنية، إن جبرئيل يقرئني من ربي السلام، ويقول أقرئ عليا من السلام، وأمرني أن أقول لك: ليس لك أن تضربي على يديه. قالت فاطمة: فإني استغفرالله ولا أعود أبداً"

ترجمہ:"حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سلمان فارسی کو بلایا، اور فرمایا: وہ باغ جس کو نبی پاک ﷺ نے لگایا تھا، بازار میں جا کر تجار حضرات کے پاس فروخت کر دو، چنانچہ سلمان فارسی نے بارہ ہزار درہم پر اسے فروخت کر دیا اور یہ رقم مولا علی رضی اللہ عنہ کو پیش کر دی، وہاں ایک اعرابی تھا اس نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے اس رقم میں سے چار ہزار چالیس درہم اس کو عطا فرما دیئے۔ تو یہ خبر مدینہ شریف میں پھیل گئی، لہذا تمام لوگ جمع ہو گئے اور ایک آدمی انصار میں سیدہ فاطمہ کے پاس گیا اور اس نے آپکو مذکورہ واقعہ کی خبر دی تو آپ نے اسکو دعا دی۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہیں بیٹھے ہوئے بقایا تمام رقم لوگوں میں تقسیم کر دی۔ یہاں تک کہ ایک درھم بھی باقی نہ رکھا۔ اس کے بعد سیدہ فاطمہ نے حضرت علی سے پوچھا کہ آپ نے میرے باپ کے باغ کو فروخت کر دیا ہے؟ تو حضرت علی نے جواب دیا ہاں میں نے فروخت کر دیا ہے۔ سیدہ نے سوال کیا کہ رقم کہاں ہے؟ تو آپ نے فرمایا: کہ میں نے وہ اللہ کے راستہ میں تقسیم کر دی ہے اس کے جواب میں پھر حضرت فاطمہ نے فرمایا کہ میں بھوکی ہوں، ہمارے بیٹے بھوکے ہیں، اور آپ بھی ہماری مثل بھوکے ہیں، اور ہمارے پاس ایک درہم بھی نہیں ہے اور یہ کہہ کر سیدہ نے حضرت علی کے دامن کو پکڑ لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے فاطمہ! مجھے چھوڑ دے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ خدا کی قسم ہرگز آپکو نہیں چھوڑوں گی یہاں تک کہ میرے اور آپ کے درمیان میرے ابا جان فیصلہ فرمائیں۔پس جبرئیل نازل ہوئے اور فرمایا۔ کہ اے محمد مصطفے ﷺ! آپکو اور علی کو اللہ تعالی سلام فرماتا ہے اور فاطمہ کو فرما دیجئے کہ تیرے لیے یہ جائز نہیں کہ تو حضرت علی کے ہاتھوں پر مارے اور انکے دامن کو نہ چھوڑے۔ لہذا رسول اللہ ﷺ سیدہ فاطمہ کے گھر آئے۔ تو سیدہ کو دیکھا کہ انہوں نے مولا علی کا دامن پکڑا ہوا تھا تو آپ نے فرمایا کہ آپ نے علی کے دامن کو کیوں پکڑا ہوا ہے؟ سیدہ نے مذکورہ بالا واقعہ سنایا تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اے بیٹی! میرے پاس جبرئیل تشریف لائے اور مجھے اور علی کو اللہ کا سلام پہنچایا اور فرمایا: کہ فاطمہ کو فرما دیجئے کہ تیرے لیے جائز نہیں ہے کہ تو حضرت علی کے ہاتھوں پر مارے لہذا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے چھوڑ دیا اور معافی مانگی"۔

نوٹ:

ان دو واقعات میں سے دوسرے واقعہ میں صرف سیدہ کی ناراضگی ہی نہیں بلکہ مارنے کا ذکر موجود ہے۔ اور پہلے واقعہ میں سیدہ خاتون جنت کی ناراضگی کی وجہ سے حضور سرور کائینات ﷺ کی ناراضگی کا یہ

عالم تھا کہ آپ ﷺ نے برسر منبر تمام صحابہ کرام کے سامنے اس کا اظہار فرمایا کہ فاطمہ کی ناراضگی میری ناراضگی اور اس کی خوشی میری خوشی ہے۔ اور جس نے اسے تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف دی۔

ان دونوں روایات میں بالکل صاف صاف نظر آ رہا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ناراض بھی کیا اور تکلیف کا باعث بھی بنے اسی وجہ سے حضور ﷺ نے برسر منبر اس امر کا اظہار فرمایا۔ ان روایات میں تو روایت بالمعنی کا احتمال بھی نہیں نکل سکتا تاکہ اس پر محمول کر لیا جائے، جیسا کہ پچھلی غضبت والی روایت میں اس کا احتمال تھا تو اس صراحت کے ساتھ سیدہ کی ناراضگی جب مولا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں کوئی اثر نہیں ڈالتی کہ اس کی وجہ سے آپکی خلافت کو جعلی ثابت کیا جائے تو وہ ناراضگی جو روایت بالمعنی سے ثابت ہوئی اس سے یہ فائدہ حاصل کرنا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت معاذ اللہ منافقانہ تھی اور آپ خلیفہ برحق نہیں تھے کہاں کی منطق ہے اور کس دانشکدہ کی تعلیم ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عقد ہو جانے کے بعد سیدہ غم و غصہ سے رو پڑیں بوجہ ان کے فقیر ہونے کے:

پھر یہی شیخ صدوق اپنی اس کتاب کے اندر {المجلس السابع والستون، ص٣١٨} پر لکھتا ہے کہ:

" قال: كنا قعودا عند النبي إذا جاءت فاطمة تبكي بكاء شديداً، فقال لها رسول الله ﷺ ما يبكيك، يا فاطمة؟ قالت: يا أبه، عيرتني نساء قريش، وقلن، إن أباك زوجك من معدم لا مال له. فقال لها النبي ﷺ لا تبكي فوالله ما زوجتك حتى زوجك الله من فوق عرشه، وأشهد بذلك جبرئيل وميكائيل،"

ترجمہ:" راوی کہتا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ اچانک سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سخت روتی ہوئی تشریف لائیں۔ انہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے فاطمہ! تمہیں کس نے رلایا؟ عرض کی ابا جان! قریشی عورتوں نے مجھے طعنہ دیا ہے، کہ تمھارے والد نے تمھاری شادی ایسے شخص سے کی جس کے پاس کچھ مال نہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ بیٹی مت روؤ اللہ کی قسم! میں نے تیری شادی اسوقت کی جب اللہ نے تیری شادی عرش پر کر دی تھی۔ اور اس پر حضرت جبرائیل اور میکائیل گواہ بنے تھے۔"

لمحہ فکریہ:

قارئین کرام! آپ بنظر انصاف اور غور سے اس روایت کو پڑھیں، ایک طرف تو شیعہ حضرات فرضی ناراضگی کو اتنی اہمیت دیتے ہیں۔ کہ اس کی بنا پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ کافت و منافق تک کہنے سے گریز نہیں کرتے، اور دوسری طرف انکے مذہب کے بانی و مبانی اور صحاح اربعہ سے ایک مصنف "شیخ صدوق" نے اس روایت میں کھلے الفاظ میں جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گستاخی اور

توہین کی وہ کسی سے مخفی نہیں، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جن کے بارے میں سرور کائینات ﷺ نے "بتول" فرمایا: جس کے معنی دنیا سے بے نیاز کے ہیں۔ شیخ صدوق نے اس روایت کے ذریعہ سیدہ کو بہت بڑا دنیادار ثابت کیا۔ اور کہا کہ آپ نے اس کمینی دنیا کی خاطر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کر فقیر سمجھتے ہوئے انتہائی گریہ و بکاء کیا،اور روتی ہوئی بارگاہ رسالت ﷺ میں آئیں۔ اور تمام صحابہ کرام کے مترادف نہیں؟۔ اگر ہے۔ اور یقینا ہے۔ تو خود اس روایت کا راوی اور اس کے متبعین اور بناوٹی مخلصین مومنین کا ایمان و خلوص کدھر گیا؟ ادھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرضی داستانِ غضہ سے کفر و نفاق کا کا فتوی ، ادھر گستاخی اور توھین سے خالص ایمان؟۔

حضرت علی کے ایک جائز فعل پر سیدہ ان سے نارض ہو کر میکے چلی گئیں:

ایک اور واقعہ اسی طرح کا شیعہ محقق سید نعمت اللہ الجزائری اپنی کتاب" انوار نعمانیہ {ج1ص} 85 پر لکھتا ہے کہ:

"فدخلت فاطمة يوماً فنظرت إلى رأس علي في حجر الجارية فقالت يا أبا الحسن فعلتها فقال لا والله يا بنت ﷺما فعلت شيئاً، فما الذي تريدين قالت تأذن لي في السير إلى منزل أبي رسول الله ﷺ، فقال لها قد أذنت لك"

ترجمہ: (حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو شاہ حبشہ نے ایک لونڈی ہبہ کی انہوں نے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دی)" ایک دن سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سر مبارک اس لونڈی کی گود میں تھا۔ تو سیدہ نے فرمایا: اے ابو الحسن! آپ نے اس سے جماع کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: خدا کی قسم! اے بنت رسول ﷺ میں نے اس سے کچھ نہیں کیا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ناراضگی کے عالم میں کہا آپ مجھے رخصت دے دیں کہ میں اپنے والد گرامی ﷺ کے گھر چلی جاوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اس کی اجازت دے دی۔"

یہ وہ واقعات جو شیعہ اکابرین نے اپنی کتب میں واضح نقل کیے جن سے سیدہ کی زبان اقدس سے واضح طور مولا علی سے ناراضگی ثابت ہوتی ہے جبکہ سیدنا ابو بکر کے ساتھ جس افسانوی ناراضگی کو موضوع بنا پر ان پر طعن و تشنیع کا بازار گرم کیا جاتا ہے اور ظلم بالائے ظلم کے اسی کو دلیل بنا کر شیخین کو معاذ اللہ کافر ومنافق اور غاصب تک کہا جاتا ہے۔ ۔حالانکہ ہم یہ ثابت کر چکے کہ وہ روایت بالمعنی ہے اور کوئی رافضی مائی کا لال سیدہ کی زبان مبارک سے شیخین کے ساتھ ناراضگی ثابت نہیں کر سکتا۔ اس کے بر عکس اب ان کی معتبر کتب سے مولا علی کے ساتھ سیدہ کی ایک دفعہ نہیں متعدد دفعہ ناراضگی ہم نے ثابت کر دی اب ہم دیکھتے ہیں کہ کیا اس ناراضگی کو سامنے رکھ وہ مولا علی کے ساتھ بھی وہی رویہ اپنائیں گے جو شیخین کے بارے میں اپنائے ہوئے ہیں۔ ان کی ماں مر جائے گی۔ ان کا مذہب بنیادوں سمیت زمین بوس ہو جائے گا۔ اللہ انکو ہدایت دے۔ میرا پوری شیعہ قوم کو سر عام چیلنج ہے کہ اگر تمھارے بقول سیدہ کی ناراضگی خلافت کے استحقاق کو زائل کرتی ہے تو پھر تمھارے اس قانون کے مطابق تو مولا علی کرم اللہ وجہہ کا استحقاق خلافت بھی زائل ہو جائے گا۔ معاذ اللہ۔

وہ بہت مشہور مقولہ ہے فارسی کا "دروغ گو حافظہ نیست" یعنی زیادہ جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا کہ جب انہوں نے حضرات شیخین کی خلافت کو غاصبانہ ثابت کرنے کیلئے سیدہ کی ناراضگی جو کہ ایک کہانی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ کو موضوع بنا کر پیش کیا تو دوسری طرف یہ بھول گئے کہ ہم انے اپنی ہی کتب میں کتنے مقامات پر سیدہ کی مولا علی سے ناراضگی نقل کر چکے ہیں۔ ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ سیدہ کا حضرات شیخین سے ناراض ہونا ایک افسانہ ہے اور اگر بتقاضائے بشری ان کے بارے میں سیدہ کچھ دیر کیلئے کبیدہ خاطر ہوئیں بھی تو سیدنا ابو بکر نے بارگاہ سیدہ میں حاضر ہو کی سیدہ پاک کو راضی کر لیا تھا اور تقسیم فدک کو عمل رسول ﷺ کے مطابق صرف کرنے کا وعدہ کر لیا جس پر سیدہ ان سے راضی ہو گئیں۔

فدک کے بارے میں آئمہ اہلبیت کا فیصلہ:

الحمد للہ، اللہ کے فضل و کرم سے ہم مکمل طور پر ثابت کر چکے ہیں کہ فدک مال فئے تھا اور اس میں وراثت کا جاری ہونا ایک امر محال ہے۔ اس کے تمام پہلوؤں پر اپنی علمی بساط اور اللہ کے فضل کی عطا کے مطابق ہم گفتگو کر چکے جس کو ہر کوئی شخص تعصب کی عینک اتار کر پڑھے تو ان شاء اللہ حق اس ہر واضح ہو جائے گا اب ہم چند حوالہ جات آئمہ اہلبیت کے فدک کے بارے میں اقوال کتب شیعہ سے نقل کریں گے تاکہ قاری کو معلوم ہو سکے کہ فدک کے حوالے سے آئمہ اہلبیت کا کیا فیصلہ تھا۔

شیعہ محقق سید سامرائی اپنی کتاب حجج النہج {ص} 279 پہ لکھتا ہے کہ:

" فلماوصل الأمر إلى علي بن ابي طالب كلم في رد فدك، فقال: إني لأسحيى من الله أن أرد شيئًا منع منه أبو بكر وأمضء عمر"

ترجمہ:" جب امر خلافت علی علیہ السّلام کے سپرد ہوا تو علی علیہ السّلام شیر خدا سے فدک کو اہلبیت کی طرف لوٹانے کے بارے میں کہا گیا تو علی علیہ السّلام نے جواب میں فرمایا کہ خدا کی قسم مجھے اس کام کو کرنے میں اللہ سے حیا آتی ہے جس کام کو ابو بکر عمر (رضی اللہ عنہما) نے نہیں کیا"۔

یہی روایت شیعہ عالم شریف مرتضی علی بن الحسین الموسوی اپنے کتاب الشافی فی الامامہ {ج1ص} 76 پر انہیں الفاظ میں نقل کرتا ہے۔

اب شیعہ کی دو کتب سے یہ حوالہ ہم نے نقل کر دیا کہ مولا علی رضی اللہ عنہ نے فدک کے بارے میں فرمایا: کہ سیدنا ابو بکر عمر رضی اللہ عنہما کے فعل کر تبدیل کرنے سے مجھے حیا آتی ہے۔ اور ایک طرف ان کے محبین کے جس کام کے خلاف کرنے کو مولا خود حیا کے خلاف تصور کریں۔ اس کام کو انکے نامنہاد محبین غصب کا نام دے دیں۔۔

واہ کیا محبت ہے انکی آئمہ اہل بیت کے ساتھ اللہ ایسی محبت سے پناہ عطا فرمائے اور ان مقدس ہستیوں کی شرعی محبت عط فرمائے۔

شیعہ عالم عبد العزیز الجوہری اپنی کتاب السقیفہ وفدک کے (ص)108 پر لکھتا ہے کہ:

"قال أبو بكر : وأخبرنا أبو زيد قال : حدثنا محمد بن الصباح قال : حدثنا يحيى بن المتوكل أبو عقيل، عن كثير النوال قال: قلت لأبي جعفر محمد بن علي : جعلني الله فداك! ارايت أبا بكر وعمر ، هل ظلماكم من حقكم شيئاً أو قال: ذهبا من حقكم بشي- فقال لا، والذي أنزل القرآن على عبده ليكون للعالمين نذيراً، ما ظلمنا من حقنا مثقال حبة من خردل، قلت: جعلت فداك أفاتولاهما؟ قال: نعم ويحك! تولهما في الدنيا والآخرة، وما أصابك ففي عنقي ، ثم قال : فعل الله بالمغيرة وبنان، فإنهما كذبا علينا أهل البيت۔"

کثیر نوال کہتے ہیں کہ میں نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ پر میری جان قربان ہو کیا ابوبکر عمر نے آپ کے حقوق میں ذرا بھی ظلم کیا تھا یا آپ کے حق دبائے رکھے تو امام باقر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا نہیں اس اللہ کی قسم جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تا کہ تمام جہانوں کے لیے وہ زندہ نذیر بن جائے ان دونوں نے ہمارے حقوق میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ہم پر ظلم نہیں کیا۔ میں نے امام باقر سے کہا کیا میں ان دونوں سے محبت رکھوں؟ تو امام نے فرمایا: تو برباد ہو جائے تو دونوں جہانوں میں ان کو دوست رکھ اگر اس وجہ سے تجھے کوئی نقصان پہنچے تو وہ میرے ذمہ ہے پھر امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مغیرہ اور بنان سے خدا نپٹے ان دونوں نے ہم اہلبیت پر جھوٹ گھڑا۔(یہی روایت شیعہ شارح نہج البلاغہ ج16 ص 326) پر بھی منقول ہے)

نوٹ: اب اس شیعہ روایت سے واضح ہو گیا کہ امام باقر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرما دیا کہ شیخین ابو عمر رضی اللہ عنہما نے ہمارے حقوق میں رائی کے دانے کے برابر بھی ظلم نہ کیا اور اپنے محبین کو ان سے محبت کرنے کی تاکید بھی فرمائی۔ اس بات سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ امام باقر رضی اللہ عنہ کا اصل محب وہ ہے جو سیدنا ابو بکر و سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہیں۔

شیعہ شارح نہج البلاغہ ابن حدید اپنی شرح (ج16ص)326 پر لکھتا ہے کہ:

"ثم قال أبو زيد: وايم الله لو رجع الأمر إليّ لقضيت فيها بقضاء أبي بكر."

ترجمہ:" امام زید بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اگر یہی معاملہ (فدک) میرے سپرد کر دیا جائے اور مجھے فیصلہ کرنے کو کہا جائے تو میں بھی وہی فیصلہ کروں گا جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کیا"

نوٹ: امام زید نے تو بات ہی ختم کر دی یہ وہ امام زید امام باقر کے سگے بھائی اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہم کے سگے بیٹے ہیں۔ انہوں نے واضح فرما دیا کہ میں بھی فدک کے بارے میں وہی فیصلہ کرتا جو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کیا۔ اب ان آئمہ اہلبیت رضی اللہ عنہم کی وضاحت کے بعد کسی کو بھی یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ فیصلہ صدیقی پر اعتراض کرے۔ اور جو بھی اعتراض کرتا ہے وہ صدیق اکبر کے ساتھ ساتھ آئمہ اہلبیت کا بھی دشمن قرار پائے گا۔

رافضیوں کی کتب سے عورت کی وراثت نہ ہونے کا ثبوت:

برادران اسلام! یہاں تک ہماری طرف سے فدک کے متعلق تمام ابحاث مکمل ہوئیں آب آخر میں ہم بطور پکھی رافضیوں کی کتب سے ہی ایسے دلائل پیش کریں گے۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورت زمین و جائیداد کی وارث نہیں بن سکتی۔۔ ان دلائل کو ہم صرف نقل کریں گے ان پر کچھ وضاحت یا تفصیل بیان نہیں کریں گے کیونکہ مضمون پہلے ہی بہت طویل ہو چکا ہے اللہ ہم سب کو حق کو سمجھنے اور اسے تسلیم کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔آمین۔

شیعہ محدث یعقوب کلینی اپنی کتاب فروع الکافی (ج7ص)83 پر لکھتا ہے کہ:

"علي بن إبرهيم، عن محمد بن عيس، عن يونس، عن محمد بن حمران، عن زرازه، عن محمد بن مسلم، عن أبي جعفر قال: النساء لا يرثن من الأرض ولا من العقار شيئاً"

ترجمہ: "امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عورت و جائیداد میں کسی کی وارث نہیں"

(یہی حوالہ شیعہ دو اور معتبر کتب میں بھی ہے :تھذیب الاحکام/ ج9ص/254 اور الاستبصار/ج4ص)757

سوال:اہل تشیع حضرات سے معصومانہ سا سوال ہے کہ جب تمھارے مذہب میں عورت زمین و جائیداد کی وارث ہی نہیں تو پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کیلیے وراثت کا دعوی کس منہ سے کرتے ہو؟۔

اسی طرح ایک اور شیعہ مجتہد شیخ طوسی اپنی کتاب تھذیب الاحکام(ج9ص)255 پر لکھتا ہے کہ:

"سهل بن زياد، عن على بن الحكم، عن أبان الأحمر، قال: لا اعلمه الا عن ميسره بباع الزُطّي، عن أبي عبد الله قال: سألته عن النساء، مالهن من الميراث؟ قال: لهن قيمة الطّوب والبناء والخشب والقصب، فأما الأرض والعقار فلا ميراث لهن فيه،"

ترجمہ: "امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے عورت کی وراثت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: کہ عورت زمین اور مستقل خاصہ میں سے کسی کی وارث نہیں"

اسی طرح شیخ طوسی اپنی اسی کتاب کے اسی صفحہ پر لکھتا ہے کہ:

"الحسن بن محمد بن سماعة، عن جعفر، عن مُثنّى، عن عبدالملك بن أعين، عن أحدهما قال: ليس لنساء من الدُّور والعقار شيء"

ترجمہ:" امام نے فرمایا: عورت کو گھر یا زمین میں (بطور وراثت) کچھ نہیں ملے گا"

برادران اسلام یہ تھیں وہ روایات مذہب شیعہ کی کہ جن میں عورت زمین و جائیداد کی وارث ہی نہیں بن سکتی تو پھر شیعہ کیوں فدک کی میراث کو لے کو پورے امت میں فتنہ و فساد بپا کیے ہوئے ہیں واضح ظاہر ہو رہا ہے کہ اس کے پیچھے ایک بہت بڑی سازش ہے جس کا مقصد امت مسلمہ کو آپس میں لڑوانا اور امت مسلمہ کے اتحاد میں رخنہ ڈالنے کیلیے گھڑا گیا اور بد قسمتی سے وہ یہود جو اس سازش کی ترتیب دینے والے کافی حد تک کامیاب ہوئے اور امت مسلمہ میں رخنہ ڈالا گیا اور کئی بے گناہ مسلمانوں کا خون بہایا گیا۔